Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہدیہ برائے خلافت
لائبریری ربوہ
منجانب کیپٹن نواب علی مرحوم
ساکن ڈالرہ کلاں گجرات

(ماہنامہ اردو)

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

(یعنی)

دنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible]

علی محمد اجمیری

بابت ماہِ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ عدد ۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت اور تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائے گا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے، طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط وکتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور یہ ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مولانا شیر علی صاحب بی۔ اے
جو قریباً دو سال لنڈن میں رہ کر انگریزی
ترجمہ و تفسیر القرآن کا کام کرکے ۹ نومبر ۱۹۳۸ء
کو واپس تشریف لائے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

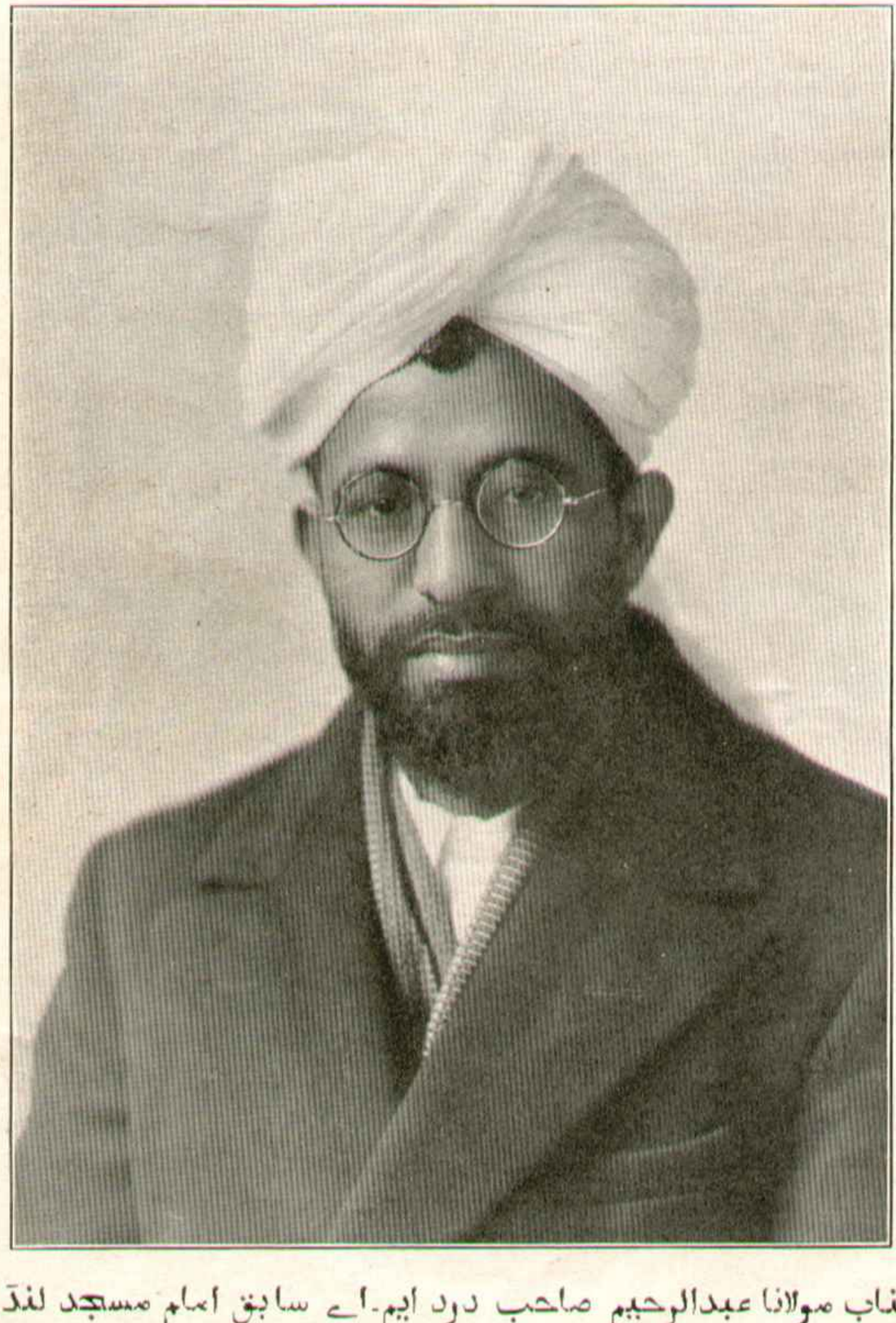

جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے سابق امام مسجد لنڈن
جو ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو قریباً چھ سال یورپ میں تبلیغ اسلام کے
فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیکر واپس تشریف
لائے ہیں۔ اس سے قبل بھی آپ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۸ء تک
امام مسجد لنڈن رہ چکے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

ج ۳۲ | ۱۳- ذوالقعدہ سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۵- جنوری سنہ ۱۹۳۹ء | ع ۱

فہرست مضامین

زندہ و تازہ کلام الٰہی کے علامات قرآن مجید میں	ص ۳	از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ
مجمع الانہار	ص ۲۴	از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔
دین اور سیاست	ص ۳۰	از جناب "ذاکر عجمی"
یورپ کی موجودہ مذہبی حالت اور تبلیغ اسلام	ص ۴۲	از جناب مولانا عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے۔ سابق امام مسجد لنڈن
مسٹر جے کرشنا مورتی	ص ۴۹	از جناب "احمد اسلام" ایم۔ اے۔
تہذیب انسانی کی تعمیر میں مسلمانوں کا حصہ	ص ۶۴	از جناب "سالم عربی" ایم۔ اے۔
گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کا قتل	ص ۷۷	از جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلغ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
معانی کی وسعت، ایک سے ایک بڑھکر خوبیاں ہیں، کہ انسان نہیں کہہ سکتا، کہ اِسے سراہے، یا اُس کی تعریف کرے۔ وہ انہیں عربی الفاظ سے بنا ہے جو ہزاروں لاکھوں اور کتب میں استعمال ہوئے ہیں، مگر کیا مجال کہ کوئی اور کتاب اس کے قریب تک پہونچ سکے۔ عرب اپنے خیالات کی نزاکت، اپنے ادب کی بلندی، اور اپنے ذخیرہ الفاظ کی کثرت کی وجہ سے سب دُنیا کے لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور عرب قوم ادب کی اس قدر دلدادہ ہے، کہ زر اور زر اور زر اور علو شان جیسی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی اشیاء بھی اُنکے نزدیک ادب کے مقابلہ پر ہیچ ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے شاعروں کو پیغمبر اور اپنے ادیبوں کو دیوتا سمجھتے تھے، اور جن میں ادب اور ادیب کو ترقی کرنے کا بہترین موقعہ مل چکا تھا، جب قرآن کریم کو دیکھتے ہیں، توان کی زبانوں پر مُہر لگ جاتی ہے، اور ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ نزولِ قرآن کریم کا زمانہ ان کا بہترین ادبی زمانہ تھا ——— کیونکہ یا تو عرب کے چوٹی کے ادیب قریب زمانہ میں ہی گذر چکے تھے، اور یا ابھی زندہ موجود تھے ——— پھر بھی جب وہ قرآن کریم کو سُنتے ہیں، تو بے اختیار اس کے سحر ہونے کا شور مچاتے ہیں۔ مگر وہی لفظ (سحر) جو اس کے جھوٹا ہونے کے ثبوت کے طور پر استعمال کیا گیا تھا، اس نے ظاہر کر دیا کہ عرب کا متفقہ فیصلہ قرآن کریم کے متعلق یہ تھا، کہ اس کا حُسن انسانی قوتِ تخلیق سے بالا ہے۔ انسانی دماغ نے بہتر سے بہتر ادبی دُر پارے بنائے ہیں، مگر اس جگہ اسے اپنے عجز کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ۔

اس کے مضامین کا بھی یہی حال ہے۔ ان کی بلندی، ان کی وُسعت، ان کی ہمہ گیری، اُنکا انسانی دماغ کے گوشوں کو منوّر کر دینا، اور انسانی دماغ کی گہرائیوں میں داخل ہو جانا، پھر نرمی پیدا کرنا تو اس قدر کہ فرعونیت کے ستونوں پر لرزہ طاری ہو جائے، اور جرأت پیدا کرنا تو اس حد تک کہ بنی اسرائیل کے قلوب بھی ابراہیمی ایمان محسوس کرنے لگیں۔ عفو بیان کرنے پر آئے تو اس طرح کہ عیسےٰ علیہ السلام بھی انگشت بدنداں ہو جائیں، اور سزا کی ضرورت ظاہر کرنے لگے تو اس طرح کہ موسٰے کی رُوح بھی صَلِّ عَلیٰ کہہ اُٹھے۔ غرض بغیر اس کے مضامین کی تفاصیل میں پڑنے کے ہر انسان سمجھ سکتا ہے، کہ وہ ایک سمندر ہے، جس کا کنارہ نہیں، ایک باغ ہے، جس کے پھلوں کا خاتمہ نہیں۔ آجتک اس کے حُسن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو دیکھکر لوگ یہ کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ یہ کلام بہت سے لوگوں نے مل کر بنایا ہے۔ مگر کیا یہ خود اقرارِ حُسن نہیں ہے ؟

۳۔ طیبہ کے تیسرے معنے لذیذ کے ہیں۔ قرآن کریم کی لذّت کو دیکھو، تو وہ غیر معمولی ہے۔ ہر مذہب و ملّت کے لوگ اپنے مذہب پر عمل کر کے بیزار نظر آتے ہیں، لیکن قرآن کریم پر عمل کرنیوالا کبھی اس سے بیزار نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ مزہ اس سے اٹھاتا ہے۔ غرض اس میں کچھ ایسی لذّت ہے، کہ جو شخص اس کا مزا حقیقی طور پر چکھ لیتا ہے، پھر وہ اسے چھوڑنے کا نام نہیں لیتا۔

۴۔ طیبہ کے چوتھے معنے پاکیزہ کے ہیں۔ قرآن کریم پاکیزگی میں بھی بے مثل ہے۔ جس قدر پاکیزگی کی تعلیم پر قرآن کریم میں زور ہے، اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ ظاہری پاکیزگی کو لو، تو یہ قرآن کریم ہی ہے، جو اسے مذہب کا جزو قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم سے پہلے ظاہری صفائی اور رُوحانیت آپس میں مخالف چیزیں سمجھی جاتی تھیں ــــ مسیحی راہب اپنی غلاظت پر فخر کرتے تھے، ہندو سادھو اپنی بھبوت اور چپکی ہُوئی جٹاؤں پر نازاں تھے ــــ مگر قرآن کریم نے پاکیزگی کے اصول کو کیسا واضح کیا، اور اس نے کس طرح دُنیا کی توجہ اس طرف پھیری، کہ صاف جسم سے صاف رُوح پیدا ہوتی ہے۔ پس خدا تعالےٰ کی پیدا کردہ طیبات کا استعمال رُوح کو گندہ نہیں، بلکہ پاک کرتا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کا ولی ہی اس کی اچھی چیزوں کو پھینک دیتا ہے، تو دوسرے ان کی صحیح قدر کو کب سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں طیّب چیزوں کو طیّب صورت میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ يَاۤ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا[۱] کہکر قرآن کریم نے جسم اور رُوح کے درمیان ایک ایسا رشتہ ظاہر کیا ہے، کہ کتابوں کی جلدوں کی جلدیں اسکے بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔

۵۔ طیبہ کے پانچویں معنے شیریں کے ہیں۔ قرآن کریم نہ صرف لذیذ ہے، بلکہ شیریں ہے۔ لذّت صرف انسانی رغبت پر دلالت کرتی ہے، مگر شیرینی اس کی مناسبت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ قرآن کریم میں کوئی تیزی نہیں، کوئی حدّت نہیں، نازک سے نازک دماغ اس کو بلا تکلیف قبول کرتا، اور اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔

۶۔ طیبہ کے چھٹے معنے شاندار کے ہیں۔ قرآنی مضامین ایسے شاندار ہیں، کہ کوئی کتاب انکا مقابلہ نہیں

---

[۱] اے پیغامبرو کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور نیک عمل کرو۔ (مؤمنون ۔ ۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرسکتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس تفصیل سے بیان کرتا ہے، اُس کی دُنیا پر حکومت کو اس خوبی سے ظاہر کرتا ہے، وہ اس کے تصرّف کو اس عمدگی سے ثابت کرتا ہے کہ قرآنی مضامین کو پڑھکر انسانی رُوح وجد میں آجاتی ہے۔ اور یُوں معلوم ہوتا ہے، کہ انسان سب دُنیاوی علائق کو توڑ کر آسمان کی طرف پرواز کرنے لگ گیا ہے۔ کونسی کتاب ہے، جو اس امر میں اس کے سامنے آسکتی ہے؟ اور کونسا کلام ہے، جو اس حُسن میں اس کا مقابلہ کرسکتا ہے؟

۷۔ طیّبہ کے ساتویں معنے خوبیوں میں بڑھا ہؤا کے ہیں۔ اُوپر کے سب مطالب سے ہر شخص معلوم کرسکتا ہے، کہ قرآن کریم ہر کتاب پر ـــــ جو خواہ الہامی ہو، اور خواہ انسانی ـــــ اس قدر فوقیت رکھتا ہے، کہ وہ کتاب کسی اور عالم کی معلوم ہوتی ہے، اور قرآن کریم کسی اور عالم کا۔

دوسری علامت کلمۂ طیّبہ کی یہ بتلائی گئی تھی، کہ اَصْلُھَا ثَابِتٌ یعنی اس کی جڑ مضبوط ہے۔ اور اس علامت کی تشریح میں مَیں نے چھ باتیں بتائی تھیں، جو اگر قرآن کریم میں تلاش کی جائیں، تو سب کی سب اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

۱۔ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ یعنے جس طرح زندہ درخت جس کی جڑیں زمین میں پھیل کر ہر وقت غذا لے رہی ہوتی ہیں، تازہ رہتا ہے، اسی طرح قرآن کریم کی تازگی قائم ہے، اور ہر وقت تازہ معانی اس سے ملتے ہیں۔ تیرہ سو سال سے مفسّرین اس کی تفاسیر لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور بعض نے تو سَو سَو جلدوں کی تفسیریں لکھی ہیں، مگر پھر بھی اس کے مطالب ختم نہیں ہوئے۔ اب بھی اس میں سے نئے مطالب نکل رہے ہیں، اور یوں معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ایک نلکی ہے، جس کے ایک طرف بیٹھا ہؤا کوئی شخص دوسری طرف خزانہ لُڑھکا رہا ہے۔ کتنا ہی غور کرو، کوئی سا سوال کرو، نئے مطالب کھلتے جاتے ہیں۔ اور ہر سوال کا جواب ملتا جاتا ہے۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[1] یعنے ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اس وجہ سے ہم جانتے ہیں، کہ اس کے دل میں کیا کیا شبہات پیدا ہوتے ہیں، اور ہم اس کی

[1] ق ع ۲۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

الٰہی کلام جب تک دُنیا کے لئے قابلِ عمل ہے، ایک تازہ درخت کی طرح ہونا چاہیئے۔ یعنی وہ ہر وقت اپنے منبع سے غذا حاصل کر رہا ہو۔ جس طرح پر درخت بظاہر آج بھی ویسا ہی نظر آتا ہے جیسا کل نظر آتا تھا، لیکن اس کے اندر تازہ رس حیات کا زمین سے آتا رہتا ہے۔ اسی طرح کلام وہی رہتا ہے، لیکن اس کے تازہ مطالب حسب ضرورت کھلتے رہتے ہیں۔ اور ان کی طرف ذہن کا پھیرنا اللہ تعالےٰ اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وَلَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[1]

۲۔ مضبوط جڑوں والے درخت کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے، کہ وہ صدمات سے جُھکتا نہیں۔ یعنے یہ نہیں کہ زمانہ کی ہوا سے دب جائے "اور اپنے اصول کو چھوڑ دے، بلکہ حوادث کا مقابلہ مضبوطی سے کرتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ خوبی بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ اس کے اصُول ایسے واضح ہیں، کہ اس کے جُھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ نہ اسے بدلانے کی کسی کو اجازت ہے، اور نہ خود اُسکے اپنے الفاظ اس کے معانی کو بدلنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس کے اندر تبدیلی کی کوشش کرنے والا قرآن کریم کو توڑ دے گا، مروڑ نہیں سکے گا۔ جس طرح عمارت میں سے چند اینٹیں نکال لی جائیں، تو وہ گر جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی تعلیم کو کوئی بدلنا چاہے، تو وہ سب کی سب ناقص ہو جائیگی۔ پس ممکن نہیں، کہ قرآن کریم کے بعض ٹکڑوں کو کوئی اختیار کرے، اور بعض کو چھوڑے، بلکہ یا سب کو چھوڑے گا، یا سب پر عمل کرے گا، ورنہ کوئی فائدہ نہ اٹھائے گا۔ چنانچہ اس وقت مسلمان بعض قرآن پر عمل کر رہے ہیں، اور بعض کو چھوڑ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ رہا۔ بلکہ غیر مُسلم ان سے زیادہ ترقی کر رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے، کہ قرآن کریم دب کر نہیں رہنا چاہتا۔ جو اسے دبانے کی کوشش کرے، وہ نقصان اٹھائے گا۔ ہاں اسے بالکل چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرے، گویا قرآن کی جڑ کو اپنے دل سے اکھاڑ پھینکے، پھر بے شک وہ دنیوی طور پر ترقی کر سکے گا۔ اسی طرح یہ امر بھی ثابت ہے، کہ قرآن کریم تبدیلی زمانہ سے متاثر نہیں ہوتا۔ کوئی

[1] اور نہیں اسے چھوتے مگر پاکیزہ لوگ (واقعہ - ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علم نکلے، کوئی ایجاد ہو، اس کی تعلیم پر کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تیسری خصوصیّت مضبوط جڑ والے درخت کی یہ ہوتی ہے، کہ وہ اپنی جگہ کو چھوڑتا نہیں ہے۔ یہ معنے بھی قرآن کریم میں بدرجۂ اعلےٰ پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کے اصول ایسے پختہ ہیں، کہ وہ کبھی بدلتے نہیں ہیں۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ تعلیم کا ایک حصہ ایک اصُول پر مبنی ہو، اور دوسرا اُن سے متضاد اصُول پر ــــ انجیل میں توحید اور تثلیث، یا کفارہ اور رحم پر جو دو متضاد اصول ہیں، مذہب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور آریہ مذہب میں ایک طرف خدا تعالےٰ کو دیالُو، کرپالُو کہا گیا ہے، اور دوسری طرف رُوح اور مادہ کو انادی۔ حالانکہ یہ دونوں تعلیمیں متضاد اصول پر قائم ہیں ــــ لیکن قرآن کریم کی سب تعلیم مقررہ اصُول پر قائم ہے۔ توحید ہے، تو اس کے باریک سے باریک احکام اس کے گرد چکر کھاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو رحمٰن اور رحیم قرار دیا گیا ہے، تو تمام تفصیلی تعلیمات ان صفات کے تابع ہیں نہیں ہے، کہ توحید کی تعلیم دیتا ہو، اور تفصیلات شرک پر مبنی ہوں۔ اللہ تعالےٰ کو رحیم قرار دیا ہو، اور جزئیات عدم رحم پر دلالت کرتی ہوں۔

۴۔ چوتھی خصُوصیّت مضبوط جڑ والے درخت کی یہ ہوتی ہے، کہ اس کی عمر لمبی ہو۔ جس قدر جڑیں مضبوط ہوں، درخت لمبی عمر پاتا ہے۔ قرآن کریم پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں، اب تک اس کی تعلیم قابلِ عمل ہے، اور قابلِ عمل رہے گی۔ جو کتب خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوتیں، وہ آج لکھی جاتی ہیں، اور کل ان کے ماننے والے ان کے خلاف کرنے اور کہنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم پر برابر عمل ہو رہا ہے، اور جو لوگ اسے چھوڑ رہے تھے، اب پھر اس کی تعلیم کی طرف واپس آ رہے ہیں۔ یوروپین تہذیب کے دلدادہ اب پھر اس کی ظاہری خوبصُورتی کا تجربہ کر لینے کے بعد قرآن کریم کی ٹھوس تعلیم کی خوبی کے قائل ہو رہے ہیں۔ سود کی حرمت، شراب کی ممانعت، کثرت ازدواج کی اجازت، طلاق، عورت مرد کے اختلاط میں حزم و احتیاط، ورثہ وغیرہ بیسیوں اُمور ہیں، جن میں قرآنی اصول کی برتری کو دُنیا پھر تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ اور اسی طرح قرآن کی عمر جو ہمارے نزدیک تو تا قیامت ہے، دشمنوں کے نزدیک بھی لمبی ہوتی نظر آتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۵۔ پانچویں خصوصیت مضبوط جڑ والے درخت کی یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اچھی مٹی میں اُگتا ہے۔ یعنی ایسا درخت کبھی معمولی زمین میں نہیں اُگ سکتا۔ کیونکہ جب تک جڑوں کے پھیلنے کے لئے عمدہ مٹی دُور تک نہ ملے، جڑیں دُور تک پھیل نہیں سکتیں۔ اسی طرح کلام الٰہی بھی اپنے حسن کو تبھی ظاہر کرسکتا ہے، جب ایسی قوم اس کی حامل ہو، جو اس سے مناسبت رکھتی ہو، اور اسے اپنے دلوں میں جگہ دینے کو تیار ہو۔ اس کی طرف قرآن کریم میں یہ کہکر اشارہ کیا گیا ہے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ عمل صالح ایمان کو ترقی دیتا ہے۔ یعنی درخت تو ایمان ہے۔ وہ عمل صالح کے بغیر بڑھتا نہیں۔ گو کلام الٰہی کیسا ہی اعلےٰ ہو، جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو، اس کی خوبی ظاہر نہیں ہوتی۔ پس ضروری ہے کہ کلام الٰہی ایسے دلوں میں جگہ پکڑے، جو اس کی تعلیم کے نشوونما کے لئے موزوں ہوں، اور جنمیں دُور دُور تک اس کی جڑیں پھیل سکیں۔ جب تک یہ بات کسی کلام کو میسّر نہ ہو۔ وہ قائم نہیں رہ سکتا قرآن کریم کو یہ بات بدرجہ اتم حاصل ہے۔ جب یہ ظاہر ہوا، تب بھی ایک ایسی جماعت اُسے میسّر ہوئی جس نے اس کا درخت اپنے دلوں میں لگایا، اور اپنے خون سے اس کی آبپاشی کی۔ اور اس کے بعد سے آج تک یہ بات اُسے میسّر ہے۔ وید، توراۃ، انجیل وغیرہ سب کتب پر ایک وقت میں لوگ عمل کرتے تھے، مگر آج ان پر عمل کرنے والے شاید ہی ملیں۔ لیکن قرآن کریم پر عمل کرنیوالے ہر زمانہ میں لوگ ملتے ہیں۔ اور جب ان لوگوں میں سے کوئی نہ رہے، تو اللہ تعالےٰ اور لوگ پیدا کر دیتا ہے، جو اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور اس طرح اس کی جڑیں مضبوطی سے گڑی رہتی ہیں۔ اور اسکا حسن ہمیشہ لوگوں کی نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ باقی کتب میں اگر حسن ہے بھی، تو ان کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی درخت کے حسن کو اس کا بیج ہتھیلی پر رکھکر بیان کیا جائے۔ اور قرآن کریم کا حُسن اس کے خوبصورت درخت سے جو ہر وقت اُگا ہوا ہے، دکھایا جاسکتا ہے۔ اور قیاس سے حسن معلوم کرنا اور آنکھوں سے دیکھکر معلوم کرنا، برابر نہیں ہو سکتا۔

۶۔ چھٹی خصوصیت مضبوط جڑوں والے درخت کی یہ ہوتی ہے، کہ اس کا منبع ایک ہوتا ہے۔ وہ حیوان کی طرح مختلف جگہ سے غذا نہیں لیتا۔ اس خصوصیت میں بے شک کمزور درخت بھی شامل ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah
لیکن یہ مقابلہ حیوانات سے ہے، نہ کہ درختوں سے۔ گویا الہام الٰہی خواہ وہ قرآن کریم کی طرح شاندار نہ ہوں، اس امر میں ایک حد تک اس سے مشابہ ہونگے، لیکن انسانی کلام نہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم سب کی سب اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے۔ انسانی ہاتھ کا اس میں دخل نہیں۔ اس نے آہستہ آہستہ نشوونما حاصل نہیں کیا۔ بلکہ یکدم ایک ہی شخص کے دل پر اسے نازل کیا گیا ہے۔ اور وہ زمانہ کی رَو کی ترجمانی نہیں کرتی، کہ اسے صدیوں کے فلسفہ کا خلاصہ کہا جائے، جیسا کہ اچھی انسانی کتب کا حال ہے، بلکہ وہ اکثر امور میں زمانہ کی رَو کا مقابلہ کرتی، اور ان کے خلاف چلتی ہے، اور اپنے لئے ایک بالکل نیا راستہ بناتی ہے۔ جس سے صاف نظر آتا ہے، کہ وہ اپنی غذا ایک ہی جگہ سے لیتی ہے، اور درخت کے مشابہ ہے۔ برخلاف انسانی کتب کے کہ وہ حیوان کے مشابہ ہوتی ہیں، اور انتخاب اور استفادہ اور تجسّس پر ان کی بنیاد ہوتی ہے۔ اور گو مصنّف ایک نظر آتا ہے، لیکن اس کا علم ہزاروں انسانوں کے تجربہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو قرآن کریم پر اپنی تصنیفات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور ان کی تصنیفات قرآن کریم کا عکس ہیں۔ اس سے جُدا نہیں ہیں۔

تیسری علامت شجرہ طیّبہ کی یہ بیان فرمائی تھی کہ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ یعنی اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ آسمان میں شاخیں پھیلنے کے سات معنے مَیں نے اوپر بیان کئے ہیں۔ اور ان معانی کی رُو سے بھی قرآن کریم ایک ممتاز کتاب نظر آتی ہے۔ اس کے اس امتیاز میں کوئی اس کا شریک نظر نہیں آتا۔

پہلی خصوصیت فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کی مَیں نے یہ بتلائی تھی، کہ اس پر چڑھ کر انسان آسمان تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ خصوصیت قرآن کریم میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ بلکہ اس میں اس کے ساتھ کوئی اور کتاب شریک ہی نہیں۔ کیونکہ کوئی کتاب اس امر کی دعویدار نہیں ہے، کہ اس پر عمل کرکے انسان خدا تعالٰے تک پہونچ سکتا ہے، ہاں صرف قرآن کریم اس بات کا مدعی ہے، کہ اس کی تعلیم پر عمل کرکے انسان آسمان تک پہونچ جاتا ہے، یعنی قربِ الٰہی اسے حاصل ہوجاتا ہے، اور وہ آسمانی امور کو بچشم خود دیکھ لیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ قرآن کریم پر عمل کرنیوالوں میں سے ہمیشہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، جو اس امر کے مدعی تھے کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے انہیں روحانی صعود حاصل ہوا ہے، یہانتک کہ وہ خدا تعالےٰ تک جا پہونچے، اور اسکے خاص فضلوں کو انہوں نے حاصل کیا ہے۔

دوسری خصوصیت فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ سے یہ معلوم ہوتی ہے، کہ کلامِ الٰہی کی تعلیم اعلیٰ اخلاق پر مشتمل ہو۔ کیونکہ اونچا درخت بلند خیالی اور وسعت اخلاق پر بھی دلالت کرتا ہے۔ یہ امر بھی قرآن کریم میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی اخلاقی تعلیم ایسی اعلےٰ ہے، اور درخت کی شاخ کی طرح اس طرح ادنےٰ سے اعلیٰ کی طرف گئی ہے، کہ کسی اور کتاب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بعض کی اخلاقی تعلیم نہایت ادنےٰ ہے، جس طرح زمین پر گری ہوئی شاخ، اور بعض کی اعلےٰ تو ہے، لیکن اس کا جڑ سے تعلق نہیں۔ وہ ایسی ہے جیسے کسی دھاگہ سے کسی شاخ کو بلندی میں لٹکا دیں۔ اس طرح وہ بلند تو ہو جائیگی لیکن اس پر کوئی چڑھ نہیں سکیگا۔ مگر قرآن کریم کی اخلاقی تعلیم ایسی ہے، جس پر ہر طبقہ کا آدمی عمل کر سکتا ہے — ادنیٰ آدمی جڑ سے چڑھکر اوپر جا سکتا ہے اور اوپر پہنچا ہوا آدمی اور ترقی کر سکتا ہے — اسکی اس خوبی پر بعض لوگ معترض ہوتے ہیں، مثلاً سزا کی تعلیم پر یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ اس طرح ادنےٰ اخلاق سکھائے گئے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں دیکھتے، کہ ادنیٰ اخلاق والے انسانوں کی اصلاح اسکے بغیر نہیں ہو سکتی، کچھ لوگ سزا سے مانتے ہیں، اور کچھ عفو سے۔ پھر کچھ عدل کے مقام پر ہوتے ہیں، کچھ احسان کے۔ اور کچھ ایتاءِ ذی القربیٰ کے۔ جو مذہب ان امور کو اپنی تعلیم میں شامل نہیں کرتا، وہ لوگوں کو اعلیٰ اخلاق سے محروم کر دیتا ہے، یا انسانوں میں سے ایک حصّہ کو نجات سے محروم کر دیتا ہے۔ غرض اس خصوصیت میں بھی قرآن کریم ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

تیسری خصوصیت فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کے ماتحت یہ ہے، کہ اس کی شاخیں بہت ہوں۔ کیونکہ جس درخت کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہونگی، وہ نہ صرف یہ کہ اونچی ہونگی، بلکہ بہت کثرت سے بھی ہونگی[1]۔ اس خصوصیت میں بھی قرآن کریم کو ایک ممتاز درجہ حاصل ہے۔ اس کی تعلیم اس قدر مطالب پر حاوی ہے، کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک مختصر سی کتاب ہے، اناجیل سے بھی چھوٹی، لیکن اس کے اندر اس قدر

[1] یاد رہے، کہ اِلَى السَّمَاءِ نہیں فرمایا، بلکہ فِي السَّمَاءِ فرمایا ہے، جس سے بلندی کے علاوہ پھیلاؤ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطالب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ اس سے ہزاروں گنے زیادہ حجم کی کتب میں وہ مضامین نہیں پائے جاتے۔ عبادات ہیں، تو انکی ہر شاخ اس میں موجود ہے۔ معاملات ہیں، تو انکی ہر شاخ اس میں موجود ہے۔ علم الاخلاق، تمدّن، سیاست، اقتصادیات، پیشگوئیاں، الٰہیات، قضاء، تصوّف، علم المعاد، علم کلام، اور ان سب علوم کے فلسفے اور تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور ایسے کامل طور پر موجود ہیں، کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اسلامی اصول کی فلاسفی، اور آئینہ کمالات اسلام۔ اور میری کتاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام وغیرہا)

چوتھی خصوصیت فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کے ماتحت یہ ہے، کہ اس کا سایہ وسیع ہو۔ کیونکہ جس درخت کی شاخیں بلند اور پھیلی ہوئی ہوں، اس کا سایہ بھی بہت وسیع ہوتا ہے۔ پس کلمۂ طیّبہ وہ ہے، جس کے سایہ میں بہت سے آدمی بیٹھ سکیں۔ یعنے وہ ہر قسم کے انسانوں کے لئے تسلّی دینے کا موجب ہو۔ یعنی جس طرح اخلاق کے ہر درجہ کے لوگوں کو بلندی کی طرف لیجائے، اسی طرح ہر فطرت کے انسان کیلئے بھی اس میں تسلّی کا سامان موجود ہو۔ قرآن کریم میں یہ صفت بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ انسانی مزاج مختلف قسم کے ہوتے ہیں، کوئی انسان ایک طاقت اور میلان کو لیکر آتا ہے، اور کوئی دوسری طاقت اور میلان کو۔ کامل کتاب میں ان سب کے لئے آرام کا سامان موجود ہونا چاہیئے۔ اور قرآن کریم میں یہ بات پائی جاتی ہے، انسان کے کسی طبعی تقاضا کو ضایع نہیں کیا گیا، اور نہ کُچلا گیا ہے۔ باقی تمام مذاہب میں انسانی طبعی تقاضوں کو گناہ قرار دیکر انکے کُچلنے پر سارا زور لگایا گیا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے بشریّت کے تقاضوں کو انسانی تکمیل کے ذرائع قرار دیکر انکی اصلاح پر زور دیا ہے۔ جس طرح گاڑی چلانے کیلئے نہ جانور کو ذبح کرنیوالا کامیاب ہوسکتا ہے، اور نہ اسے آزاد چھوڑدینے والا۔ بلکہ وہی کامیاب ہوسکتا ہے، جو بیلوں یا گھوڑوں کو سدھا کر آگے جوتے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی بشری تقاضوں کو سدھا کر ہر فطرت کے انسان کے لئے آرام کا سامان پیدا کرتا ہے۔ وہ نرم مزاج انسان کو نرمی سے روکتا نہیں، اور نہ سخت مزاج کو سختی سے۔ بلکہ انہیں اپنے طبعی تقاضوں کو صحیح موقع پر استعمال کرنیکی تعلیم دیتا ہے۔ وہ نہ تو کھانے کو گناہ قرار دیتا ہے، نہ پہننے کو، نہ شادی کو، نہ مال و دولت کمانے کو، اور نہ مکان بنانے کو۔ بلکہ ہر امر میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقتصاد اور مناسب حدود کو قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر فطرت کی اصلاح اس کے ذریعہ سے ہوجاتی ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جو اس کے سایہ میں بیٹھ نہ سکے۔

چوتھی علامت شجرہ طیبہ کی یہ بتائی گئی تھی، کہ وُہ ہر آن اپنے پھل دیتا رہتا ہے۔ اس علامت کے ماتحت کلامِ الٰہی کی پہلی خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے، کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ پھل دیتا رہے۔ یعنی اس پر عمل کرنے والوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں، جو اس کی اعلیٰ تعلیم کے مظہر ہوں۔ اس لئے تُؤْتِی اُکُلَ نہیں فرمایا، بلکہ اُکُلَھَا فرمایا۔ یعنی درخت کی طرف ضمیر پھیر کر اس کی خوبیوں کی طرف یہ اشارہ کیا ہے، کہ وہ پھل اپنے اندر درخت والی خوبیاں رکھتے ہوں۔ جو خواص اس درخت میں ہوں، وہی خواص ان پھلوں میں ہوں۔ وہ طیب بھی ہوں، وہ مضبوط جڑ پیدا کرنیکی طاقت بھی رکھتے ہوں، اور آسمان میں پھیل جانیکی طاقت بھی۔ یہ خاصیت بھی قرآن کریم میں پائی جاتی ہے، بلکہ اس وقت صرف اسی میں پائی جاتی ہے۔ یعنی اس پر عمل کرنیوالے لوگ اس کے ذریعہ سے ایسے اعلیٰ مقامات پر پہنچتے ہیں، کہ گویا وہ مجسم قرآن ہوجاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے، حدیث کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْآن میں۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اگر دیکھنا چاہو، تو قرآن کریم دیکھ لو۔ جو تعلیمات قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں، اور جو اعلیٰ صفات اس میں بیان کی گئی ہیں، وہ سب کی سب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام مَا اَنَا اِلَّا کَالْقُرْآنِ سَیَظْھَرُ عَلٰی یَدَیَّ مَا ظَھَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ میں، جو اس زمانہ کے پھل حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام پر ہُوا۔ اور جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مَیں قرآن کریم کی طرح ہوں، اور جو کچھ اس سے ظاہر ہُوا وہ مجھ سے بھی ظاہر ہوگا۔ یعنی تعلیم قرآنی میرے وجود میں دنیا کو نظر آئے گی۔ اس الہام میں گویا تُؤْتِی اُکُلَھَا کا مصداق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری خصوصیت تُؤْتِی اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ کے ماتحت یہ معلوم ہوتی ہے، کہ وہ دائمی نجات دے اور یہ مفہوم اس سے یوں پیدا ہوتا ہے، کہ جسکے دل میں کلامِ الٰہی داخل ہو کر ایک درخت بنیگا، اگر وہ دائمی زندگی نہ پائیگا، تو درخت ہمیشہ پھل کس طرح دیگا۔ گو یہ مفہوم آئندہ کے متعلق ہے، اور اس کا اس دنیا میں ثبوت دینا ناممکن ہے، لیکن کم سے کم یہ بات تو ظاہر ہے، کہ صرف الہامی کتب ہی دائمی نجات کا وعدہ دیتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خریداران رسالہ سے

جن خریداروں نے ماہ اگست ۱۹۳۸ء کے پرچہ کا وی۔پی وصول کیا تھا، وہ براہِ کرم جلسہ سالانہ پر چندہ سالِ رواں ادا فرمائیں، یا ادائیگی کی تاریخ نوٹ کرا جائیں۔ وی۔پی کے ذریعہ انکا چندہ صرف دسمبر ۱۹۳۸ء تک وصول ہُوا تھا۔ جن احباب کی طرف سے قیمت وصول نہ ہوگی، انکی خدمت میں فروری کا پرچہ بذریعہ وی۔پی روانہ ہوگا، بشرطیکہ ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی۔

چونکہ ۱۹۳۸ء کے ابتدائی تین مہینوں کے پرچے بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر شایع نہ ہوسکے تھے، اس لئے رسالہ کی ۳۷ ویں جلد کے پرچے بارہ کی بجائے نَو چھپے۔ اب جنوری ۱۹۳۹ء سے ۳۸ ویں جلد کا آغاز ہُوا ہے، احباب نوٹ فرمالیں، اور دُعا فرمائیں، کہ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے ؛

دیگر مخلصین و برادرانِ ملت سے

احباب کرام! آپ کو معلوم ہے، کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جاری کردہ اور حضور کا خود کاشتہ پودہ ہے، اسکی اعانت اور آبیاری کرنا ہر احمدی کا قومی فرض ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ اس رسالہ کے دس ہزار خریدار ہوں، حضور کی یہ خواہش اس وقت تھی، جبکہ جماعت کی تعداد ابھی نہایت قلیل تھی، اب خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت کی بہت ترقی ہوچکی ہے، مگر دس ہزار خریدار اسکے اب بھی نہیں ہیں۔ جماعت احمدیہ ایسی اولوالعزم جماعت کیلئے اپنے قومی رسالہ کے دس ہزار خریدار مہیا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ احباب کو اس طرف پوری توجہ پیدا ہو جائے۔ سو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام مخلص خدام سے یہ پُر زور اپیل کرتا ہوں، کہ وہ نہ صرف خود رسالہ کی خریداری منظور فرمائیں، بلکہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں دیگر احباب کو بھی خریداری کی تحریک فرمائیں، تا حضور کی یہ دیرینہ اور پاکیزہ خواہش پوری ہو، اور اس ضمن میں ہم پر من حیث الجماعت جو ذمہ واری عائد ہوتی ہے، اس سے ہم سبکدوش ہوں ؛

نیاز مند مینیجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس انسانی کتب دائمی نجات کا وعدہ نہیں دیتیں، اور نہ دے سکتی ہیں۔ کیونکہ دائمی زندگی ابدی زندگی والی ہستی ہی دے سکتی ہے۔ اور وہ صرف خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ پس وہی کلام دائمی زندگی کا دعویٰ پیش کر سکتا ہے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونیکا مدعی ہو۔ اور اس دعویٰ میں بھی قرآن کریم سب دوسری کتب سے بڑھا ہوا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی کا مضمون جس وضاحت سے اور جس طرح با دلائل قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، اس سے دسواں حصّہ بھی دوسری کتب میں نہیں ہے۔

پانچویں علامت اس آیت میں شجرہ طیّبہ کی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بِاِذْنِ رَبِّهَا پھل دے۔ اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ کلامِ الٰہی کے نتائج صرف طبعی نہیں ہوتے، بلکہ اس سے بالا ہوتے ہیں۔ طبعی نتائج صرف اس قدر ثابت کر سکتے ہیں، کہ اس کتاب نے قوانینِ قدرت کا اچھا نقشہ پیش کیا ہے، لیکن یہ ثابت نہیں کرتے، کہ وہ کتاب کسی ایسی ہستی کی طرف سے ہے، جو طبعیات پر حاکم ہے۔ یہ امر ایسی کتاب ہی سے ثابت ہو سکتا ہے، جو علاوہ طبعی نتائج کے فوق الطبعی نتائج بھی پیدا کرے۔ مثلاً ایک کتاب میں حکم ہے، کہ فلاں شے کھاؤ، اور فلاں نہ کھاؤ۔ اس کا طبعی نتیجہ تو یہ ہوگا، کہ اگر کھانیوالی شے مفید ہے، تو کھانیوالے کو طاقت حاصل ہوگی، اور اگر مضر ہے، تو اس سے بچنے سے اس کی صحت اچھی ہو جائے گی۔ انسانی کتاب کا اثر یہانتک ختم ہو جائیگا۔ لیکن الٰہی کتاب اس سے اُوپر تک ہمیں لیجائیگی۔ کیونکہ اسکے احکام پر عمل کرنے سے ہم ایک زائد فعل بھی کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کیلئے یہ عمل کرتے ہیں۔ اور اس طرح ہمارا طبعی فعل مذہبی بھی ہو جاتا ہے۔ پس آسمانی کتاب کے لئے ضروری ہے، کہ طبعی نتائج کے علاوہ اسکے فوق الطبعی نتائج بھی نکلیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے اس سے علامات ظاہر ہوں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ	اور مثال گندے کلمہ کی گندے درخت کی سی ہے جو اکھیڑ لیا
اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ	گیا ہو زمین میں سے، اور اسے قرار حاصل نہ ہو۔

خبیث کے معنے ہیں گندی چیز۔ یعنی وہ چیز جس کو دیکھکر کراہت آئے، اور انسان اس کو قبول نہ کر سکے، اور جس کے اندر نقص پیدا ہو جائے، یا وہ سڑنے لگ جائے۔ اسی طرح ہر بدرنگ یا بدفعل چیز

Digitized by Khilafat Library Rabwah
خبیث کہلاتی ہے۔ بدمزا اور بدبودار چیز (مثلاً لہسن، پیاز اور گندنا) کو بھی خبیث کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جو اس خبیث پودے (لہسن پیاز) سے کچھ کھائے، وہ ہماری مجلس کے قریب نہ آئے۔ (اقرب الموارد)

کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ وہ ہے (۱) جسے انسانوں نے بنا کر خدا کے کلام کے مقابلہ میں پیش کیا ہو، خواہ اس کو خدا کی طرف منسوب کیا ہو، یا نہ۔ مثلاً بعض فلسفیوں نے اسے بنایا ہو۔ (۲) جس کے پھل بے لذت اور بے حلاوت ہوں۔ اور تمام ان خوبیوں سے خالی ہوں، جو کلمہ طیبہ میں بیان کی گئی ہیں۔

اجْتُثَّتْ کے معنے یہ ہیں کہ اسے زمین میں سے اکھیڑ لیا گیا ہو، یا اس کی جڑ کوئی نہ ہو۔ اور اُوپر ہی اُوپر رہتا ہو، جیسے بعض بوٹیاں ہوتی ہیں، جن کو زمین سے کوئی غذا نہیں ملتی۔

کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں کلمہ خبیثہ یعنی جھوٹے مذہب کے متعلق شَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃٍ میں یہ باتیں پیش کی گئی ہیں:۔ (۱) اس کی شکل مکروہ ہوتی ہے (۲) وہ اعلیٰ اور فاسد تعلیموں کو ملا کر پیش کرتا ہے (۳) اس کے اعلےٰ نتائج نہیں نکلتے۔ یعنی اس پر چل کر ایسے آدمی پیدا نہیں ہوتے، جو خدا تعالیٰ تک پہنچ گئے ہوں۔ جیسے بہائی مذہب، کہ اسے ظاہر ہوئے قریباً نوّے سال ہو گئے ہیں۔ مگر بہائیوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، جس نے کہا ہو کہ اس تعلیم پر چل کر مجھ سے خدا تعالےٰ ہمکلام ہوا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے، اور آپ کے پیروؤں میں سے کئی ایسے ہیں، جنہیں خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے۔

اجْتُثَّتْ کے لفظ میں کلمہ خبیثہ کے مندرجہ ذیل صفات بتائے گئے ہیں:۔

۱۔ اس کلام میں سطحی مسائل پر بحث ہوتی ہے، روحانی امور پر بحث نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایسی باتیں بیان کرتا ہے، جن کو عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ بہاء اللہ کی کتابیں اس کا صحیح نمونہ ہیں۔

۲۔ اس کی تعلیم دیر پا نہیں ہوتی۔ بہائی تعلیم کا یہی حال ہے۔ مثلاً بہاء اللہ نے لکھا ہے، کہ دو شادیاں جائز ہیں۔ لیکن عباس نے اسے تبدیل کر دیا۔

۳۔ اس کی تعلیم اعتراضات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نہایت معمولی اور چھوٹے سے اعتراض سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے پیروؤں کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑجاتی ہے، جیسے بہائی تعلیم کہ اس کے ماننے والے کبھی ایک مقام پر کھڑے نہیں رہ سکتے، بلکہ ہر اعتراض پر اپنی جگہ بدل لیتے ہیں۔

۴۔ اس کا اثر جلد ہی باطل ہوجاتا ہے۔ دیر پا تعلیم وہ ہے جس کا اثر لمبے زمانہ تک رہے۔ اور جلدی باطل ہونے والی وہ ہے، جس سے قلوب جلد ہی پھرنے شروع ہوجاویں۔ اس کی مثال کے طور پر اسلامی زمانہ کے اوّل حصہ میں مسیلمہ وغیرہ کی تعلیم کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور اِس زمانہ میں بہائی مذہب کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ بہائیت کی تعلیم پر عمل کرنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔ خود اس کے اتباع اس کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں، تو جلد چھوڑ جاتے ہیں۔

۵۔ تازہ امداد اس کو نہیں ملتی۔ یعنی وحی الٰہی کا سلسلہ اس میں جاری نہیں ہوتا۔

۶۔ اس کی شاخیں بلند نہیں ہوتیں۔ یعنی وہ اعلےٰ درجہ کے اخلاق پر حاوی نہیں ہوتا، اور نہ ہر قسم کی ضروریات انسانی پر اس میں بحث ہوتی ہے۔

مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ میں کلمہ خبیثہ کے مندرجہ ذیل صفات بیان کئے گئے ہیں:۔

۱۔ وہ کسی ملک میں قائم نہیں رہ سکتا۔ یعنی اس کو یہ موقعہ ہی نہیں دیا جاتا، کہ اس کا تجربہ کرکے دنیا کوئی نتیجہ نکالے۔ بغیر تجربہ ہی وہ مرجاتا ہے۔

۲۔ اس کے اصول کو بدلنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اسلام نے شروع سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا، اور بعد میں کوئی تبدیلی اس میں نہ ہوئی۔ لیکن جھوٹے مذہب کے اصول کو ہمیشہ بدلنا پڑتا ہے۔ ایران میں جاؤ، تو وہاں بہائیت کی تعلیم اور رنگ میں ہے، کیونکہ وہاں شیعہ ہیں، اور سُنیوں کے سامنے اگر وُہی تعلیم پیش کی جاتی ہے، تو اور رنگ میں۔ اور امریکہ میں جاکر اصُول بالکل مختلف کردیئے ہیں۔ اسی طرح انگلستان میں وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں، جنکو وہاں کے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار ہوں۔ چنانچہ جب مَیں انگلستان گیا، تو وہاں ایک بہائی عورت نے میرے ساتھ گفتگو کی۔ میں نے کہا، بہاء اللہ نے کونسی نئی بات پیش کی ہے؟ اس نے کہا کہ بہاء اللہ نے کہا ہے، کہ ایک ہی عورت سے شادی کرنی چاہیئے مَیں نے کہا کہ اسکی اپنی دو بیویاں تھیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ دعویٰ سے پہلے تھیں مَیں نے کہا کہ جب وہ (نعوذ باللہ) خُدا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

توپھر پہلے اور پیچھے کا تو سوال ہی نہیں۔ عالم الغیب ہستی کیلئے پہلے یا پیچھے کوئی معنے نہیں رکھتا اُسے پہلے ہی علم ہونا چاہئے تھا۔ اور پھر اس نے اپنے بیٹے عباس کو دو بیویاں کرنیکی اجازت دی، کیونکہ اسکے ہاں اولاد نہ تھی۔ اس پر اس عورت کے کان میں ایک دوسری بہائی عورت نے جو ایران کی تھی، چپکے سے کہدیا، کہ دوسری بیوی کو بہاء اللہ نے بہن بنالیا تھا یہی بات اس انگریز عورت نے دُہرادی۔ مَیں نے کہا کہ پھر اس عورت کے ہاں اولاد کسطرح ہوتی رہی؟ اس پر وہ حیران ہو کر اپنی دوست سے پوچھنے لگی کہ کیا بعد دعویٰ بھی دوسری عورت کے ہاں اولاد ہوتی رہی ہے؟ اور جب اس نے کہا کہ ہاں، تو مجلس میں سب لوگ ہنس پڑے، کہ ابھی بہن قرار دیا تھا، اور ابھی اسکے ہاں اسی زمانہ میں اولاد کا ہونا بھی تسلیم کر لیا۔

غرض بہائی لوگ ہر ملک میں جا کر علیحدہ قانون بناتے ہیں۔ یہی حال عیسائیت کا ہے چنانچہ انکی تبلیغی کتب میں کھلے طور پر یہ بحثیں ہوتی رہتی ہیں، کہ مختلف اقوام کے آگے کس رنگ میں مسیح علیہ السلام کو پیش کرنا چاہئے۔ مسیحیت کے ابتدائی دَور میں بھی رُوم والوں کے مطالبہ کرنے پر سبت ہفتہ کی بجائے اتوار کر دیا گیا تھا۔ گویا لوگوں کی خاطر مذہبی اصول کو بدلنا مسیحیت میں بھی رائج ہے۔ لیکن اسکے بالمقابل اسلام کو دیکھو۔ شروع سے لیکر اس وقت تک سب تعلیم ایک اصل پر قائم ہے اس میں نہ کم کرنے کی ضرورت ہوئی، اور نہ زیادہ کرنے کی۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ — اللہ مضبوط کرتا ہے مومنوں کو قولِ ثابت سے دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔

قولِ ثابت وہی ہے، جو کلمہ طیّبہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اس کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ الہام نازل کرتا ہے۔ اس کو ثابت اس لئے کہا، کہ آج ان کو اور کل انکے بھائیوں کو حاصل ہوگا۔ اور کبھی یہ سلسلہ نہ ٹوٹیگا پھر اس وجہ سے بھی ثابت کہا، کہ اس کا اثر یہاں بھی ہے، اور آخرت میں بھی ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف جھوٹے مدّعیوں کا کلام مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ — اور اللہ گمراہ ٹھہراتا ہے ظالموں کو اور جو وہ چاہتا ہے کرے گا۔

ظالم وہ ہیں جو کلام الٰہی میں عوج (کجی) چاہتے اور اس کے راستہ میں روکیں ڈالتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کریگا" سے مراد یہ ہے، کہ قرآن کریم کی اشاعت، اس کے دُنیا میں قائم ہو جانے، اور اس کے مخالفوں کی تباہی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، اُسے اللہ تعالےٰ کر کے دکھا دے گا؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجمع الانہار

(از حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب ایم۔اے)

میرے اس مختصر مضمون کا عنوان ایک عربی لفظ ہے، جس کے معنی "نہروں کے ملنے کی جگہ" کے ہیں۔ یعنی وہ جگہ جہاں مختلف سمتوں میں جانے والی نہریں ملتی ہیں۔ یا بالفاظِ دیگر وہ مقام جہاں سے مختلف اطراف میں جانے والی نہریں نکلتی ہیں۔ یہ ایک سادہ اور عام لفظ ہے، جس کے مترادف ہر زبان میں کثرت کے ساتھ استعمال میں آتے رہتے ہیں۔ مگر اس جگہ میں نے اس لفظ کو ایک خاص معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی میری مراد مجمع الانہار کے لفظ سے خدا تعالے کے نبیوں کا وجود ہے جو جیسا کہ میں ابھی ظاہر کروں گا حقیقی معنوں میں تمام علمی اور روحانی نہروں کا مخرج اور مجمع ہیں۔ مخرج اس لحاظ سے کہ انہی سے تمام روحانی نہریں نکلتی ہیں۔ اور مجمع اس لحاظ سے کہ حقیقۃً صرف انہی کا وجود ایسا ہوتا ہے کہ جس میں یہ سب نہریں اکٹھی پائی جاتی ہیں، اور اس لحاظ سے بھی کہ ایک طرح بالآخر انہی میں یہ سب نہریں جاملتی ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے یہی سلسلہ چلا آتا ہے۔ اور یہی چلتا چلا جائے گا۔ گویا یہ ایک قدرتی دَور ہے، جو خدا تعالےٰ نے دنیا کی رُوحانی آبپاشی کے لئے جاری کر رکھا ہے۔ اور اس سلسلہ کا کمال محمد رسُول اللہ صلعم کے وجود باجود میں ظاہر ہُوا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ اللہ تعالےٰ جب کبھی اس دُنیا کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھکر اس کی اصلاح کا ارادہ فرماتا ہے، تو وہ اپنے کسی نیک اور صالح بندے کو اپنے پاک کلام کے ذریعہ رُوحانی زندگی عطا کر کے اور پھر اس کے اندر زندگی بخش طاقتیں ودیعت کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف خود زندہ ہوتے ہیں، بلکہ ان کے اندر وہ جوہر بھی موجود ہوتا ہے، جس کے ذریعہ دُوسرے لوگ بھی جو ان کے ساتھ تعلق پیدا کریں اپنی اپنی استعداد کے مطابق زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اور چونکہ مختلف انسانوں کی طبیعتوں میں مختلف قسم کے میلانات پائے جاتے ہیں، یعنی کوئی انسان ظاہری علم کا دلدادہ ہوتا ہے، اور تعلیم کی اندرونی رُوح کی نسبت اس کی ظاہری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صورت کا زیادہ خیال رکھتا ہے، تو کوئی صرف روح کا پیاسا ہوتا ہے، اور اس کے بغیر اس کی فطرت تسکین حاصل نہیں کرتی، اور تعلیم کی ظاہری صورت کو وہ صرف تعمیل حکم کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح کوئی انسان صرف اصول میں دلچسپی لیتا ہے، اور تفاصیل میں اسے کوئی شغف نہیں ہوتا، مگر ایک دوسرا انسان اصول کی خشکیوں سے گھبراتا اور تفاصیل کی نیرنگیوں میں دلی شوق پاتا ہے۔ پھر کوئی انسان صرف منصوص تعلیم تک اپنے آپ کو محدود رکھتا ہے، اور اس کی بناء پر قیاس کا دروازہ کھولنے اور اپنے صالح اعمال کے دائرے کو وسیع کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتا، بلکہ اُسے خطرہ کا باعث سمجھتا ہے مگر ایک دوسرا انسان قیاس کے رستے پر قدم زن ہو کر اپنے نیک اعمال کو وسیع کرنا چاہتا ہے، اور ایک منفرد نص کو لیکر اس کے ذریعہ سے اپنے لئے بیسیوں نئے رستے کھول لیتا ہے، اور اسی میں دلی خوشی پاتا ہے۔ غرض یہ مختلف استعدادیں اور مختلف میلانات ہیں، جو انسانی فطرت میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایک نبی اور رسُول چونکہ ہر طبقہ کی اصلاح کے واسطے مبعوث کیا جاتا ہے، اس لئے اسے ہر میدان کی خوبیاں اور ہر فطرت کو غذا پہونچانے کے لئے مناسب جوہر عطا کئے جاتے ہیں۔ پس انہی معنوں سے اس کا وجود مجمع البحار ہوتا ہے، جس میں سے مختلف قسم کی نہریں جو مختلف قسم کے پانیوں کی حامل ہوتی ہیں، اور مختلف قسم کی زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے اپنے اندر مناسب کیمیاوی اجزاء رکھتی ہیں، چاروں طرف سے پھوٹ پھوٹ کر بہتی ہیں۔ پھر ہر انسان خواہ وہ کسی مذاق اور کسی مشرب کا ہو، ان سے اپنی فطری پیاس کے مطابق سیرابی حاصل کرتا اور خوراک پاتا ہے۔ ایک نبی مقنن بھی ہوتا ہے، اور حکیم بھی۔ فقیہہ بھی ہوتا ہے، اور ایک رنگ میں محدّث بھی۔ مجتہد بھی ہوتا ہے، اور ایک رنگ میں مقلّد بھی۔ عالم بھی ہوتا ہے، اور متصوّف بھی۔ اس کی فطرت کا جوہر ہر میدان میں چمکتا ہے، اور اس کے دل کا چشمہ ہر زمین کو سیراب کرنے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔ اس لئے انبیاء کے زمانہ میں علم کی کوئی تقسیم نہیں ہوتی، کیونکہ ایک ہی نہر سارے دلوں کی پیاس کو بجھا سکتی ہے۔ اور سب انسان خواہ اُن کی استعدادیں اور ان کے میلانات اور ان کے فطری تقاضے ایک دوسرے سے کیسے ہی مختلف ہوں، ایک ہی چھاتی سے غذا حاصل کر کے پرورش پا سکتے ہیں۔ اور نبیوں کے دسترخوان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر شخص سیر ہو کر اُٹھتا ہے۔ لیکن جب ایک نبی کا زمانہ گذر جاتا ہے، اور اسے دیکھنے والے بھی جو لازماً اسی کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں، اس دُنیا کو چھوڑ جاتے ہیں، تو پھر مختلف میلانوں کے لوگوں میں باہمی کشمکش شروع ہو جاتی ہے، اور وُہ اپنی اپنی فطرت کیمطابق خوراک حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے لگتے ہیں۔ اور اس جدوجہد میں نبی کا جاری کیا ہُوا چشمہ کئی نہروں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور ہر نہر اپنی اپنی زمین کو علیحدہ علیحدہ سیراب کرنے لگ جاتی ہے۔

اس زمانہ میں یوں ہوتا ہے، کہ ایک علم ظاہر کا دلدادہ اپنے محبوب کی لائی ہوئی تعلیم کے گوشت و پوست کو تلاش کرتا اور اس کے ٹکڑوں کو اپنے تپتے ہوئے سینہ سے لگا لگا کر دل کی ٹھنڈک حاصل کرتا ہے، مگر ایک متصوّف ان گوشت و پوست کے ٹکڑوں کو محض ایک برتن خیال کرتا ہے، جو زندگی کے خون کو محفوظ کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ پس وہ اس برتن کی طرف سے نظر ہٹا کر اس کی گہرائیوں میں گھس جاتا اور مخفی رگ و ریشے کے خون کو تلاش کرتا ہے۔ اور جب تک وہ اس زندگی کے خون کو نہ پالے، اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ ایک محدّث اپنے محبوب کے اقوال و اعمال کو تلاش کرتا اور انہی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتا ہے، اور اس میدان سے باہر نظر نہیں اٹھاتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا محبوب جو کچھ مجھ سے چاہتا ہے، وہ سب اس کے قول و فعل میں آگیا ہے، اور اس سے باہر کچھ نہیں۔ مگر ایک فقیہہ یہ خیال کرتا ہے، کہ میرے آقا نے تو مجھے صرف ایک رستہ بتانا تھا سو اُس نے وہ رستہ بتا دیا، اور اس رستے کے اصول سمجھا دیئے۔ اب مجھے چاہیئے کہ اس کے بتائے ہُوئے اصُول کے مطابق قیاس کا دروازہ کھول کر اپنے نیک اعمال کے دائرہ کو وسیع کرتا جاؤں، اور رسُول کے حکموں کی علّتیں معلوم کروں، اور پھر ان علتوں کو اپنے سارے اعمال پر پھیلا کر جائز کو ناجائز سے جُدا کرتا جاؤں۔ اس طرح ایک ظاہری عالم اپنی نہر کھود لیتا ہے، اور ایک متصوّف اپنی نہر۔ اور ایک محدّث اپنی نہر کھود لیتا ہے، اور ایک فقیہہ اپنی نہر۔ اور پھر یہ ایک ہی چشمہ سے نکلنے والی نہریں مختلف رستے اختیار کرلیتی ہیں۔ اور وہ جو پہلے بظاہر ایک منفرد اور سادہ چیز نظر آتی تھی، اس تحلیل و تجزیہ کے عمل کے نیچے آکر گونا گوں مناظر کا نقشہ پیش کرنے لگتی ہے۔ اور ایک عجیب و غریب کیمیاوی رنگ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نبی کا لایا ہوا علم بیسیوں علوم میں بٹ کر مختلف جہات میں پھیل جاتا ہے۔

یہ ایک قدرتی عمل ہے۔ اور ایک جہت سے اُسے علم کی ترقی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور بہرحال اس میں تدوین کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے، اور نبوت سے دوری کے زمانہ میں غالباً اس کے بغیر ساری فطرتوں کی سیرابی بھی ممکن نہیں ہوسکتی۔ مگر غور کرنے والے جانتے ہیں، کہ اسی تجزیہ کے اندر تنزّل اور انحطاط کا بیج بھی مخفی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مختلف قسم کے پانی جو ایک رستہ پر جمع ہو کر قوت وطاقت کا ذریعہ تھے، اور ہر قسم کی زمین کی سیرابی کی صلاحیت بھی رکھتے تھے، اب ان کا زور بسا اوقات ایک دوسرے کے مقابل پر خرچ ہونے لگتا ہے۔ اور ان میں ہر فطرت کی سیرابی کی صلاحیت بھی نہیں رہتی۔ اور یہ متفرق نہریں جھلسی ہوئی زمین میں آہستہ آہستہ خشک ہونے لگتی ہیں۔ تب پھر خدا کی رحمت کا بادل اٹھتا ہے، اور کسی پاک بندے کے دل پر برس کر ایک نیا چشمہ جاری کر دیتا ہے، جو بعض لوگوں کو یوں نظر آتا ہے، کہ گویا وہی متفرق نہریں پھر ایک نکتہ پر آملیں۔ اور ایک رنگ میں یہ درست بھی ہے۔ مگر دراصل یہ ایک نیا چشمہ ہوتا ہے، جو خدا خود اپنے ہاتھ سے جاری کرتا ہے۔ پس نبیوں کا وجود ایک مجمع الانہار کا رنگ رکھتا ہے، جس میں سے سارے علوم کی نہریں یکجا جمع ہو کر نکلتی ہیں۔ اور پھر مختلف رستوں پر چل کر بالآخر کسی نئے چشمہ میں جا گرتی ہیں۔ اور یہ دَور ہمیشہ سے چلتا چلا آیا ہے۔ اور جبتک خدا چاہے گا چلتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے، کہ آنحضرت صلعم نے دین کے مختلف علوم کو ایک ہی علم قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَ عِلْمُ الْاَدْیَانِ یعنی اصل علم دو ہی ہیں۔ ایک تو مذاہب کا علم ہے جو گویا رُوحانی علم ہے اور دوسرا اجسام کا علم ہے، جو مادی علم ہے۔ ان کے سوا اور کوئی علم نہیں۔ اور باقی سب ان کی شاخیں ہیں۔

یہ دو زمانے جو دینی علم پر آتے ہیں — ایک مجمع الانہار ہونے کا زمانہ، اور ایک انتشار اور تقسیم علم کا زمانہ — اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ خصوصیات رکھتے ہیں۔ مثلاً پہلے زمانہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے، کہ اس میں اصولی اور ابدی صداقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اور دوسرے زمانہ کی خصوصیت یہ ہے، کہ اس میں ان اصولی اور ابدی صداقتوں کے جوڑ توڑ سے علم کو نئی نئی صورتیں دی جاتی ہیں۔ اس لحاظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے کہہ سکتے ہیں، کہ پہلا زمانہ گویا امر کا زمانہ ہے، اور دوسرا زمانہ خلق کا زمانہ ہے۔ کیونکہ امر کے معنی بغیر مادہ کے ابتدائی صورت میں پیدا کرنے کے ہیں۔ اور خلق کے معنے ابتدائی صورت کے بعد مختلف صورتوں میں ادل بدل کرنے کے ہیں۔ دوسرا امتیاز ان ہر دو زمانوں میں یہ ہوتا ہے، کہ پہلے زمانہ میں تدوین کم ہوتی ہے، بلکہ ہر صداقت ایک سادہ اور بظاہر غیر علمی شکل میں بیان کی جاتی ہے۔ مگر دوسرے زمانہ میں تدوین کا زور ہوتا ہے، اور حسب ضرورت نئی نئی اصطلاحوں کو ایجاد کر کے ہر علم کو ایک علیحدہ علیحدہ جامہ پہنا دیا جاتا ہے۔ تیسرا امتیاز ان ہر دو زمانوں میں یہ ہوتا ہے، کہ پہلے زمانہ میں حقیقت زیادہ ہوتی ہے اور نمائش کم۔ مگر دوسرے زمانہ میں نمائش زیادہ ہوتی ہے اور حقیقت کم۔ چوتھا امتیاز یہ ہوتا ہے، کہ پہلے زمانہ میں ظاہری حد بندیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے علم میں وسعت کی گنجائش بہت ہوتی ہے، مگر دوسرے زمانہ میں تحدید پر زور ہونے کی وجہ سے وسعت کم ہو جاتی ہے۔ اور اسی قسم کے بعض اور امتیاز ہیں جن کی تفصیل کی اس جگہ ضرورت نہیں۔

اب اس سارے بیان سے میری غرض یہ ہے، کہ ہماری جماعت کے دوستوں کو علم کی ان ہر دو شاخوں کو اور ان دونوں دَوروں کی خصوصیت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور انہی کے ماتحت علم کی اشاعت کا پروگرام بنانا اور اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس میں شُبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبارک زمانہ گذر گیا، اور اس مرکزی چشمہ کے متعلق وہ وقت قریب آرہا ہے، کہ جب وہ مختلف نہروں کی صورت میں پھٹ کر الگ الگ نہروں کی شکل اختیار کر لے۔ مگر ابھی تک نبوّت کا نور ہم سے بہت قریب ہے اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا ایک معقول حصّہ ہم میں زندہ موجود ہے۔ اس لئے ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے، کہ ہم علم کے دَورِ اوّل کو جتنا لمبا کر سکیں لمبا کر دیں، اور اپنی طبیعتوں کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کا ظل بنا کر اپنے آپ کو مجمع الانہار بنائے رکھیں۔ یعنی حتی الوسع ہم میں سے ہر اک شخص اپنے اپنے رنگ میں متقّن بھی ہو اور حکیم بھی۔ محدّث بھی ہو اور فقیہہ بھی۔ مقلّد بھی ہو اور مجتہد بھی۔ عالم بھی ہو اور متصوّف بھی۔ اور ہمارے اندر ہر نور کی جھلک نظر آوے۔ لیکن چونکہ دوسرے دَور کا آنا بھی بہر حال مقدّر ہے۔ اور یہ بھی یقینی ہے، کہ وہ جتنی دیر میں آئے گا، اتنا ہی بُعدِ نبوت کیوجہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے اندر خطرات کا زیادہ پہلو رکھے گا۔ اس لئے ضروری ہے، کہ ابھی سے اہلِ علم کی ایک جماعت تقسیم علم اور تدوینِ علم کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیکر کم از کم ان نہروں کے موگے یعنی دہانے تیار کردے، جو جلد یا بدیر احمدیّت کے چشمہ سے جاری ہونے والی ہیں۔ یعنی قرآنی علوم کی اشاعت کے علاوہ جو فرض اولین ہے احمدی علماء کی ایک جماعت ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی مقدس کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس کے پوشیدہ موتیوں کو باہر لانا شروع کر دے۔ اور دُوسری طرف روایاتِ سلسلہ کو یکجا جمع کر کے ان کا ڈھانچہ تیار کرنے میں لگ جاوے۔ تیسری طرف یہ جماعت فقہ احمدیہ کی تدوین و تکمیل میں مصروف ہو جاوے، اور چوتھی طرف وہ اس ظاہری چار دیواری کو پختہ کرنا شروع کر دے جو احمدیّت کی روح کے لئے بطور ظرف اور مکان کے ہے۔ اور پھر پانچویں طرف ہم احمدیت کی حقیقی رُوح کو اپنے بلوری برتنوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے اور چمکتا رکھنے کا سامان جمع کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ تا کہ ابھی سے ہر بعد میں آنے والی نہر کا دہانہ تیار ہو جاوے مگر ضروری نہیں کہ یہ سارے کام ایک ہی فریق سرانجام دے۔ کیونکہ انفرادی مناسبت اور مزاق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے، کہ جب تک ممکن ہو، ہم میں سے ہر فرد حتی الوسع اس مجموعی نور کا حامل رہے۔ جس کا چشمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے جاری ہوا ہے۔ تا کہ نورِ نبوت کا دَور اس قدر لمبا ہو جائے، جس قدر کہ اس کے لئے لمبا ہونا ممکن ہے۔ اور اس غرض کے حصول کا سب سے بہتر ذریعہ تبلیغ ہے۔ کیونکہ تبلیغ ہی وہ کام ہے۔ جس میں ان سب نہروں سے پانی لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جب تک ان سب نہروں کا پانی نہ ملے تبلیغ کامیاب نہیں ہوتی۔

یہ ایک بہت وسیع اور بہت نازک مضمون ہے جسے میں نے صرف چند قلم برداشتہ سطروں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اور مَیں نہیں کہہ سکتا، کہ میرا یہ مضمون پڑھنے والوں کے لئے واضح ہو گیا ہے یا نہیں۔ اور میں ڈرتا ہوں، کہ شاید وہ واضح نہیں ہوا۔ مگر اس وقت اس سے زیادہ کی ہمت نہیں۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وبہ التوفیق وھو المستعان ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندہ و تازہ کلام الٰہی کے علامات قرآن مجید میں

(از سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا
فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ
بِاِذْنِ رَبِّهَا ۝ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ
كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ
مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ
وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ
اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (ابراہیم - ۴)

کیا تو نہیں جانتا کس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے
مثال پاکیزہ کلمہ کی، کہ وہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے جسکی
جڑ مضبوط ہو، اور اس کی شاخ آسمان میں پہونچی ہوئی
ہو، وہ اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پیش کرے
اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے امثال بیان کرتا ہے تا وہ
نصیحت حاصل کریں۔ اور مثال گندے کلمہ کی اس گندے
درخت کی سی ہے جو زمین میں سے اکھیڑ لیا گیا ہو، اور
اس کیلئے قرار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مضبوط کرتا ہے ان لوگوں
کو جو ایمان لائے قولِ ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی
میں اور آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ گمراہ ٹھہراتا ہے
ظالموں کو، اور وہ جو چاہتا ہے کرلے گا۔

نحویوں نے کَلِمَۃً کا اعراب دو طرح بیان کیا ہے۔ بعض نے کلمۃً کو مثلاً کا بدل قرار دیا ہے۔ اور اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا "کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہے ایک مثال یعنی کلمہ طیّبہ کی۔" یہ معنے ابوالبقا نے کئے ہیں۔ ابنِ عطیہ اور زمخشری کہتے ہیں، کہ ضَرَبَ جب مَثَلًا کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، تو یہ بھی جَعَلَ کی طرح دو مفعول چاہتا ہے۔ اس بناء پر انہوں نے کلمۃً کو مفعول اوّل، مثلاً کو مفعول ثانی، اور کَشَجَرَۃٍ کو مبتداء محذوف کی خبر قرار دیا ہے۔ یعنی ھِیَ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اور اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا "کیا تجھے معلوم نہیں ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح مثالی طور پر کلمہ طیّبہ کو واضح کرکے بیان کیا ہے، کہ وہ ایک شجرہ طیّبہ ہے، جس کی جڑ قائم ہے، اور اس کی شاخیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دین اور سیاست

(از ذاکر عجمی)

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو ؂ جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

موسویت اور عیسائیت دنیائے مذہب میں افراط اور تفریط کے مترادف الفاظ ہیں۔ فرعون کی حیات سوز غلامی سے نجات، ارضِ موعود میں تمکن و اقتدار کے مواعید، اور دیگر نعماء کی بشارتوں نے غلام قوم کے نفسیات میں ہیجان پیدا کر دیا۔ بجائے مرقاۃِ یقین پر تدریجی صعود کرنے کے یہود قوم میں تہوّر پیدا ہو گیا۔ سحرِ سامری اور گوسالہ پرستی کا جو اُن کے رگ و پے میں سرایت کر چکے تھے، تنقیہ نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قانونِ شریعت کے مغز اور معنے سے بیگانہ رہے، اور انہوں نے اس کے الفاظ ہی کو مطمحِ نظر بنا لیا، اور اپنے نبی کی موجودگی میں اس کے الہامات کو مسخ کرنا شروع کر دیا۔ یہی باغیانہ رُوح تھی جس کی بدولت بشاراتِ ربّانی تشنۂ تکمیل رہیں۔ ان کی سختی اور خشونت کے علاج کے لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام مبعوث ہُوئے۔ انہوں نے ملائمت اور ملاطفت کا درس دیا، اور انتقامی رُوح کو گناہ قرار دیا۔ ایک مزمن بیماری کے لئے یہ بہترین علاج تھا۔ عیسائی عقائد کی توجہ اخلاق پر ہی مرتکز رہی۔ محبت اس کا مرکز و محور تھی۔ اس تعلیم کے من اللہ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ زمان و مکان کی قیود سے آزاد نہ تھی۔ یہ منتشر گوسفندانِ یہود کو موسوی باڑے میں جمع کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انسانی حیات کے اہم اور ہمہ گیر مسائل اس کے حدود سے باہر رہ گئے۔

سیاست، عاقلیت اور طائفیت کے ارتقا کے آخری نقطہ کا نام ہے۔ مہذّب اور متمدن انسان جس صُورت میں رہنے کے لئے باہمی تعلقات کو متوازن کرتے ہیں، اور جو طرق اور اصول عمل میں لاتے ہیں، تاکہ سماجی نظام میں قیام و دوام پیدا ہو، اُس کو سیاست کہتے ہیں۔ سیاست کی زمام ایسے افراد کے ہاتھ میں ہوتی ہے، جو ذہنی تفوّق کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں، کہ سیاسی مسائل اور گتھیوں کو بدرجہ احسن سُلجھا سکیں۔ قرونِ مُظلمہ کی سیاست جمہوری رنگ کی تھی۔ جب سیاسی اختیار و اقتدار متوارث ہو گئے، تو ملوکیّت نمودار ہوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جب ملوکیّت کا منفعت بخش پہلو کمزور ہو گیا، اور استبداد کا رنگ غالب آگیا، تو انقلابی ذہنیت پیدا ہو گئی، اور حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا۔ اور جمہوریّت از سرِ نو بر سرِ اقتدار آگئی۔ یا دشاہ کا وجود یا تو یکسر مفقود ہو گیا، اور یا اس سے خلعتِ اختیاراتِ عالیہ چھین لی گئی۔ گویا بادشاہ بساطِ سیاست پر مُہرے کی حیثیت میں رہ گیا، اور وہ "پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے" کا پُورا پُورا مصداق ہو گیا۔ انگلستان میں اسی بے اختیار اور بے اقتدار ملوکیّت کی مثال اب بھی قائم ہے۔ ہاں قوانین جو آغاز سے آخر تک پارلیمنٹ میں وضع ہوتے ہیں، بادشاہ سے انتساب رکھتے ہیں۔ مگر یہ محض رسم ہے، جو سوادِ اعظم کے قدامت پسندانہ جذبات کی تسکین کے لئے ہنوز قائم ہے۔ وِالّا وضعِ قوانین یا ان کی صوری اور معنوی ارتقاء پر تاج و تخت یا شاہی خاندان کے اثرات ہرگز مرتسم نہیں ہوتے۔ الغرض سیاست قومی حیات کے لئے جزوِ لاینفک ہے۔

جس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی بعثت ہوئی اُس وقت رومی قیصریّت سریر آرائے اقتدار تھی۔ قیصری مطلق العنانی آج بھی ضرب المثل ہے۔ عیسائی تبلیغ کے راستے میں بہت موانع تھے۔ جس میں شاہی عقائد کا اختلاف بڑا سنگِ راہ تھا۔ چونکہ بانیٔ عیسائیّت کو سیاست سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس واسطے انہوں نے سیاسی الجھیڑوں میں اُلجھنے سے ہمیشہ احتراز کیا۔ اور جب کبھی کسی دشمن نے اُلجھانے کی کوشش کی، تو خوبصورتی سے پہلو تہی کر جایا کرتے۔ ایک دفعہ ایک فریسی نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے ادائگی ٹیکس کے متعلق استصواب کیا، تو آپ نے اپنی مستمرہ اور پُر لطف حاضر جوابی سے کہا کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو، اور جو خدا کا ہے خدا کو دو۔ میرے خیال میں یہ تمثیل اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ سیاست اور دین میں تفریق کی یہ بیّن دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت کی تخلیق سول سوسائٹی کی صورت میں کبھی نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر کئی صدیوں تک بطنِ عیسائیت سے رہبان اور زاہد مرتاض ہی پیدا ہوتے رہے۔ اور کچھ بیرونی تعذیب کی وجہ سے اور کچھ اپنے عقائد کے اقتضاء سے یہ یا صوامع میں اور یا غاروں میں عزلت گزین رہے، اور تاریخِ مذہب میں اصحابِ کہف کہلائے۔ عیسائیت کی ہیئت کذائی اور اجزائے کیمیاوی کو سیاست سے دُور کی بھی نسبت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب سلاطینِ روم حلقہ بگوشِ عیسائیت ہوئے، اور تاج داورنگ سے واسطہ پڑا،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو سیاست کے توازن کے لئے انجیل میں کوئی اصول نہ ملے۔ عیسائی رومی قوانین پر تکیہ کرتے تھے، اور انہی کی اتباع میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے جب عیسائی حکومت قائم ہوئی، تو کلیسا کے لئے ایک خطرہ پیدا ہو گیا۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک یہ متخاصم رہے، ہاں کبھی کبھی سمجھوتے کی صورت پیدا ہو جاتی، جو معمولی مسئلے پر تصادم ہونے پر ٹوٹ جاتی۔ عیسائی سوسائٹی بمنزلہ نیام کے تھی، جس میں کلیسا اور حکومت کی دو تلواریں نہیں سما سکتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا، کہ نہ صرف سوسائٹی اندرونی خلفشار کا شکار رہی، بلکہ باہمی تصادم سے حکومت اور کلیسا دونوں استحکام نہ حاصل کر سکے۔ کیونکہ ان میں سے ایک کی قوت وطاقت دوسرے کے لئے ضعف و کمزوری کا پیام ہوتی تھی۔ کلیسا کی فوقیت کے لئے کئی مقتدر اور مؤقر پادریوں نے جانیں قربان کیں۔ مگر کلیسائی انحطاط میں افاقہ نہ ہوا۔

ریاست کلیسائی اثرات سے کیا مستغنی ہوئی، مذہبی نقطہ نگاہ ہی ہٹ گئی۔ اور دُنیاویت کو نصب العین بنا لیا۔ اس افتراق نے حکومت پر مادیت کا گہرا رنگ چڑھا دیا۔ اور بادشاہ جوع الارض کے عارضے میں مبتلا ہو گئے۔ اربابِ کلیسا کو طوعاً و کرہاً حکومت کے جارحانہ اقدامات پر صاد کرنا پڑتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ کلیسا خود اپنی معنوی حیثیت سے محروم ہو گیا، اور وہ نور جو کوہِ سعیر پر جلوہ گر ہؤا، وہ مادیت کی زمہریر سے افسردہ ہو کر مٹ گیا۔ یہ نتیجہ تھا سیاست کے مذہب پر متجاوز ہونے کا ؂

تا سیاست مسندِ مذہب گرفت　　　　این شجر در گلشنِ مغرب گرفت
قصّۂ دینِ مسیحائی فسرد !　　　　شعلۂ شمع کلیسائی فسرد !
اُسقف از بے طاقتی در ماندۂ　　　　مہرہا از کفِ بروں افشاندۂ
قومِ عیسیٰ بر کلیسا پا زدہ !　　　　نقدِ آئینِ چلیپا وا زدہ ! !

عیسائیت میں دین کا اضمحلال ناگزیر تھا۔ کیونکہ جو نظام وقتی اور ہنگامی تھا، اس کو عالمگیر اور ہمہ گیر بنانے کی طفلانہ کوششیں کی گئیں۔ سیاسی مسائل پر حاوی ہونے کے لئے دین کی گہرائی بہت وسیع ہونی چاہیئے۔ دونوں کے تصادم اور ارتباط کی صورت میں کلیسا کو ہی زک ہوتی۔ اربابِ حکومت نے کلیسا پر اپنے نقوش مرتسم کئے، اور اس کو اپنی خواہشات کے قالب میں ڈھال لیا۔ اس کا اثر یہ ہؤا، کہ جیسے جیسے حکومت کی شکل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبدیل ہوتی رہی۔کلیسائی عقائد بھی مسخ ہوتے رہے، پا پایانِ روم مجبور تھے کہ ریاست کے مصالح کیلئے رد و بدل اور قطع و برید کرتے رہیں۔یہی وجہ ہے کہ عیسائیت کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک فریب کارانہ انتساب حاصل ہے۔ ورنہ یہ ملوکیت کی پیداوار ہے۔جب تک جمہوریت رہی کلیسا اور اس کے "مقدس مکین" اس کا دم بھرتے رہے، اور جب زمانہ حال میں ریاست نے آمریت اور اختیار مطلق کی مہیب صورت اختیار کر لی، تو کلیسا نے اس کی ہمنوائی شروع کر دی ؎

قوتِ فرمانروا معبود او ۔۔۔ در زیانِ دین و ایمان سود او

عیسائی مذہب کی کس مپرسی کتنی رحم انگیز ہے۔جیسے ریاست نے کروٹ بدلی تمام کلیسائی نظام تہ و بالا ہو گیا

شیخ ملت باحدیثِ دلنشیں ۔۔۔ بر مراد او کند تجدیدِ دیں

سرمایہ داری کی افزائش بھی کلیسا کی غلامانہ پالیسی کے نتیجے میں ہوئی۔جمہوری حکومت درحقیقت سوسائٹی میں سرمایہ کے تفوق کا دوسرا نام ہے۔چونکہ مزدوروں اور محنت کش طبقے سے ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا، کہ معاشی ضیق سے بیزار ہو کر عَلَمِ بغاوت نہ کھڑا کر دیں۔اس لئے اربابِ کلیسا نے غرباء کے لئے ایسے مسکرات تیار کئے جنہیں پی کر وہ کبھی بھی خود آگاہ نہ ہو سکیں، اور کبھی اپنے جائز حقوق کے حصول کی کوئی معصوم سے معصوم سعی بھی نہ کر سکیں۔باوجود اس بات کے کہ یہ خود ایک "مُترفین" کا گروہ تھا، عوام کو غربت اور مسکنت کا درس دیتے رہتے تھے۔اور دولت و ثروت و تمول کو گناہ عظیم کے طور پر پیش کرتے تھے۔جب کبھی بیداری کے آثار پیدا ہونے ان کی ساحری نو بیدار طبقہ کو پھر سُلا دیتی۔یہی وجہ ہے کہ یورپ کا سوادِ اعظم جنگِ عظیم تک سیاسی سلاسل کے علاوہ معاشی قید و بند میں جکڑا رہا۔اور سب سے پہلے سوشلزم اور کمیونزم کا لاوا یورپ ہی میں پھوٹا۔یہ سب حکومت کی غلامی کا نتیجہ تھا۔اگر کلیسیا آزاد منش ہوتا، اور لوگوں میں صحیح تعلیم کی نشر و اشاعت کرتا، تو سرمایہ داروں کو وہ تغلب و تسلّط نصیب نہ ہوتا، جو اب ان کو حاصل ہے۔سرمایہ دار حکومتوں نے کلیسا سے یہ کام لیا ؎

صاحب اورنگ و ہم پیرِ کنشت ۔۔۔ باج بر کشتِ خرابِ او نوشت

در کلیسا اُسقف رضواں فروش ۔۔۔ بہرِ ایں صید زبوں دامے بدوش

Digitized by Khilafat Library Rabwah
یہ "زمنواں فروشی" محض ایک حیلہ تھی، کہ عوام بے قابو ہو کر باغی نہ ہو جائیں۔ ان واقعات وکوائف سے اظہر من الشمس ہے، کہ دین و سیاست کی تفریق سے دین اور حکومت دونوں کو سخت نقصان پہونچا۔ حکومت میں لادینی آگئی، اور دین دین نہ رہا۔ یہی وجہ ہے، کہ حکومت کا ارتقاء ایسے رنگ میں ہوا، کہ عالمگیر اخوت کا تخیل ناپید ہو گیا۔ سلطانی مخاصمتیں شدید سے شدید ہوتی چلی گئیں۔ اور آج دُنیا پھر ایک عالمگیر جنگ کے خواب سے متوحش ہو رہی ہے۔ فسطائیت اور نازیت نے کلیسا کی رہی سہی طاقت کو پامال کر دیا ہے۔ اور نئی پود کی تعلیم و تربیت میں مذہب کا نام تک نہیں۔

اسلام میں دین اور سیاست میں مطلق تفریق نہیں ہے۔ مذہب کو جسمانیات میں رُوح کا درجہ حاصل ہے۔ جو مادی نظام مذہبی اصولوں پر مبنی نہیں وہ جسدِ بے جان ہے۔ اور اپنے اندر اپنی تباہی کے سامان لئے ہوئے ہے۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام زمین کو مسجد کہنا اس بات کا اعلان تھا کہ الٰہیات اور جسمانیات میں کوئی حدِ فاصل نہیں۔ جسمانیات کا محور روحانیات ہیں، اگر رُوحانی چشمہ مصفّٰی اور پاکیزہ ہے۔ اور جو جسمانیات اس چشمے سے نم کش ہیں، وہی اصلح ہیں اور انہی کو بقا حاصل ہے ؎

مومناں را گفت آں سلطانِ دیں — مسجدِ من ایں ہمہ رُوئے زمیں
الاماں از گردشِ نہ آسماں — مسجدِ مومن بدستِ دیگراں
سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش — تا بگیرد مسجد مولائے خویش

یہ اسی ربانی تخیل کی بدولت ہے، کہ اسلامی سماج ایک طویل عرصہ تک اُن اخلاقی، سیاسی، اور تمدنی خرابیوں سے پاک رہا جو عیسائی سوسائٹی میں رُونما ہوئیں۔ اسلام کا آغاز ہی ایک سول سوسائٹی کی صورت میں ہوا۔ اس کے احکام اور قوانین سب کے سب قرآن کریم کی تعلیم سے مشتق ہیں۔ حکومت محض ایک آلہ کار کی حیثیت سے ان احکام کو نافذ کرتی ہے۔ چونکہ بانئ اسلام کی عین حیات میں مسلمانوں کو سیاسی اقتدار نصیب ہو گیا، اس واسطے سوسائٹی کی تاسیس بدرجہ احسن ہو گئی، اور خلفاء راشدین کے زمانہ تک یہ نظام کارفرما رہا، اور کسی قسم کا سُقم پیدا نہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم سے خودبخود ایک سٹیٹ پیدا ہو جاتی ہے، جو تمام احکام کے نفاذ کا بیڑا اٹھاتی ہے۔ خلیفہ بیک وقت سیاست کا پاسبان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی ہوتا ہے اور دین کا نگران بھی۔ نظام کو چلانے کی خاطر وہ اختیارات دوسرے علماء کو تفویض کر دیتا ہے۔ چونکہ ان کے اختیارات سب کے سب مستعار ہوتے ہیں، اس لئے وہ کبھی بھی خلیفہ وقت کے رقیب یا حریف نہیں بن سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس سیاست اور دین میں کوئی افتراق پیدا نہیں ہوتا۔

اسلام کا اساسی عقیدہ توحید ہے۔ یہی توحید ہر شعبے میں نمایاں ہے۔ اسلام ایک ناقابل تجزیہ نظام پیش کرتا ہے۔ دین اور سیاست ایک تصویر کے دو رُخ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے بغیر نامکمل رہ جاتے ہیں۔ جس طرح انسانی جسم بغیر رُوح کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ریاست بغیر مذہب کے اپنی صحت کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ جب تک ریاست اور مذہب میں رُوح اور جسم کا سا ارتباط رہا، اسلامی حکومت حقیقت فائقہ بن کر جلوہ گر رہی۔ جونہی اس میں شقاق پیدا ہوا، اور لادین ملوکیت نے سر اُٹھایا، تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ یہ خونین حزنیہ ٹرکی کی سٹیج پر ہوا۔ ٹرکی کے مریض ناتواں میں صحت کے آثار ظاہر ہوئے لیکن قبائے خلافت چاک کر کے اور اسلامی شعائر کو مٹا کر۔ یہ صحت جیسی عارضی ہے وہ ظاہر ہے۔ جو سیاسی نظام کلامِ ربّانی سے مہجور ہے، اور جو مغرب کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہے، اس کا حشر وہی ہوگا جو آج یورپی اقوام کا ہو رہا ہے۔ اس کا پُر الم انجام اس امر کا مزید ثبوت ہوگا، کہ دین اور سیاست میں چولی دامن بلکہ مَیں کہوں گا رُوح اور بدن کا ساتھ ہے۔ اور اس کے مٹنے سے دین اور سیاست دونوں ماؤف ہو جاتے ہیں۔ لیلائے مغرب کے تعاقب میں ترکوں نے اپنے آپ کو دینِ متین سے محروم کر دیا ہے۔ اور وہ دُرِّ ثمین کی جگہ خذف ریزوں سے اپنے دامنِ شوق کو بھر رہے ہیں ؎

خرد را با دلِ خود ہمسفر کن   دمے بر ملّتِ ترکاں نظر کن
بہ تقلیدِ فرنگ از خود رمیدند   میانِ ملک ودیں ربطے ندیدند

ٹرکی میں چرچ اور سٹیٹ کے مسئلے کے متعلق کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس سے مقصود اس مسئلے کی تاریخی نوعیّت کو اُجاگر کرنا ہے۔ ٹرکی کی وہ سیاسی جماعت جو اس بات پر مُصر تھی کہ دین اور سیاست دو جُدا نظام ہیں، اور ان کا ملاپ نہ صرف غیر ضروری ہے، بلکہ قومی حیات کے لئے پیغامِ اجل ہے، وہ ٹرکش نیشنلسٹ کہلاتی تھی۔ یہ جماعت یورپ کی مہلک سیاسی تحریکات سے بہت متاثر ہوئی۔ کج فہمی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملاحظہ ہو۔ بجائے ان کی ہلاکت آفرینیوں سے موعظت حاصل کرنے کے خود اُسی راستے پر گامزن ہوگئی۔ دوسری جماعت Religious reform party (اصلاح مذہبی) کے نام سے معروف ہے۔ اس کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ اسلام "دوعملی" کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ناقابلِ تفریق نظام ہے، اور چرچ اور سٹیٹ یعنی دین وسیاست اس کے دو لازم وملزوم پہلو ہیں۔ جس طرح ریاضی، علمِ ہیئت، علم کیمیا اور دیگر علوم مقامیّت سے مبرّا ہیں۔ اور ہر جگہ اور ہر قدم پر اپنی عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح اسلام ایک ایسا ضابطۂ عمل ہے جو جغرافیائی قیود وحدود سے مقیّد ومحدود نہیں، یہ ہر جگہ قابلِ عمل ہے۔ ہر ملک میں لوگ اس پر کاربند ہو کر ایک تندرست اور صحیح سماج پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن اس نوع کے خیالات واعیان کو مؤثر اشاعت نصیب نہ ہوئی۔ جنگِ عظیم کے دوران میں اربابِ بست وکشاد سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جن کے باعث مذہبی طرز کے لوگوں کے خلاف تنفّر پیدا ہو گیا۔ اور ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جس نے مذہب کے خلاف جذبات کو اُبھارا، اور نوجوان طبقہ کو خاص طور پر مسموم کیا۔ حامیانِ مذہب کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اور ایسا نظام منصۂ شہود پر آیا، جو اسلام کے مغز اور قشر دونوں سے محروم تھا۔ ممکن ہے انفرادی طور پر ترکی لیڈر مطعون نہ سمجھے جا سکیں، مگر جو اجتماعی صورت پیدا ہوگئی۔ اس کے وہ ضرور ذمہ دار ہیں۔ اور یہ نمایاں حقیقت ہے، کہ سارا ملک اغیار کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے۔ مغربیت کے قدوم میمنت لزوم سے انجام کا جو شگوفے پیدا ہونگے، وہ اہلِ بصیرت کو اب بھی نظر آ رہے ہیں۔

دین اور سیاست کی مغائرت سے جو خونین اور تمدن سوز واقعات رونما ہوئے، ان سے یورپ کی تاریخ لالہ زار ہے۔ ان کی یاد سے حواس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں یورپ کی تاریخ اقوامِ عالم کے لئے درسِ عبرت ہے۔ اور جس کلیت اور یگانگت کا اسلام نے نقشہ پیش کیا ہے، اس کے تفوّق اور برتری کا ثبوت ہے۔ مگر جب جمہور اسلام پر اضمحلال وانحطاط آیا، اور شریعت بیضاء سے مہجوری بھی رنگ لائی تو مسلمان نقطۂ ثقل سے ہٹکر پیرانِ غرب کی "ظلمت معقول" کے دلدادہ ہو گئے۔ بجائے عرب کے یورپ ان کی امیدگاہ ہو گیا۔ اس اندھی تقلید نے ترکوں کو اسلام سے دور کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے قائدین ہر مسئلہ اور معاملہ میں مغربی ذخائر سے کسبِ ضیاء کرتے ہیں۔ ان کی سیاسی اور تمدّنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندگی کے ہر شعبے پر عفریت مغربیت سایہ افگن ہے۔ اور یورپ کی تاریخ وہاں دُہرائی جارہی ہے۔ اور "دانش حاضر" کی تباہ کاریاں کسی تعارف کی محتاج نہیں ؎

اے گدائے ریزہ ہا از خوانِ غیر　　جنسِ خود می جوئی از دوکانِ غیر

بزمِ مسلم از چراغِ غیر سوخت　　مسجدِ او از شرارِ غیر سوخت

از سوادِ کعبہ چوں آہو رمید　　ناوکِ صیّاد پہلوش درید

یہ تقلید اور زلّہ رُبائی محض بے بصری اور کمال بے علمی پر مبنی ہے۔ ورنہ قرآن کریم معاش اور معاد دونوں کے لئے اکمل ہدایات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جو سچی جستجو سے اس کا مطالعہ کرتا ہے، اس کیلئے اپنے خزائن واشگاف کرتا ہے۔ اور جہاں راہنمائی کرتا ہے، وہاں اہلِ کتاب کی لغزشوں سے آگاہ بھی کرتا ہے۔ لیکن کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ مسلمان نہ صرف قرآن کو چھوڑ بیٹھے، بلکہ انہوں نے مغربی شیشہ گراں کی تصنیفات اور تالیفات کو مبدءِ موعظت سمجھ لیا۔ حالانکہ مغرب خود کلیسائی تعلیمات سے منحرف ہو کر "آوازِ ہاتف" کے لئے گوش برآواز ہے، اور کامل رہنما کے لئے دیدہ براہ۔ لیکن مسلمان جن کو مائدہ آسمانی ملا۔ وہ اہلِ مغرب کے پس خوردہ پر مُنہ مار رہے ہیں۔ دین اور سیاست میں مغائرت اور ایوانِ سیاست کو "مادیت" پر تعمیر کرنے کی سعی لاحاصل اس تقلید کا روشن ثبوت ہے۔ اور جو نتائج بروئے کار آرہے ہیں، وہ اس گمراہی کی مزید تصدیق کرتے ہیں۔ اگر اہل یورپ اپنے طرق واصول پر مطمئن ہوتے، اور ان کو کامل رہنمائی کے لئے کفیل سمجھتے، تو وہ ترمیم وتنسیخ کے چکر میں پھنس کر آئے دن انقلاب برپا نہ کرتے۔ اور ڈکٹیٹروں کے آہنی چنگل میں گرفتار نہ ہوتے۔ اور جمہوریّت کی بلند عمارت آج زمیں بوس نظر نہ آتی۔ وہ خود تشنہ کام سراب کے تعاقب میں ہلاک ہو رہے، اور اس بات کو محسوس کر رہے ہیں، کہ اُن کے سیاسی نظام کی بنیاد خشتِ کج پر ہے۔ اور وہ خشتِ کج دین اور سیاست کی باہمی بیگانگی ہے۔ یہ ان کے لئے عقدۂ لاینحل ہے۔ کیونکہ ان کا دین کامل دین نہیں۔ ان کے نبی کی بعثت کی غرض وغایت چند بدعنوانیوں اور کج ادائیوں کو دور کرنا تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز کوئی ایسا مشن لیکر نازل نہ ہوئے تھے، جس کا دامن قیامت سے ملا ہُوا ہو اور وہ زمان ومکان کے قیود سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالاتر ہو۔ رسول عربی صلعم کی بعثت کے ساتھ عیسوی دَور ختم ہوُا۔ اور ایک عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب کی داغ بیل پڑی، جو اپنے اندر انسانی رُوح اور جسم دونوں کے لئے قوت بخش غذا رکھتا تھا۔ اب اس بات کی ضرورت نہ تھی، کہ مذہب کے بطن سے زاہد مرتاض ہی پیدا ہوں۔ یہ وہ مذہب تھا جس نے دل و دماغ کو جِلا بخشا۔ اس نے متّقی مدبّر اور بےنفس سیاسیین پیدا کئے۔ ایسے بادشاہ اور صاحب اورنگ و تاج پیدا ہوئے جو فہم و ادراک وسعت علم اور عمقِ نظر میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کا دل ہمیشہ خشیت اللہ سے مملو رہتا۔ اور ان کی قوت و اختیار نے ان کے دماغی توازن کو کبھی متزلزل نہ کیا۔ ایسے جرنیل پیدا ہوئے، جو فنِ عسکری میں فقید المثال تھے۔ مگر عسکریّت نے ان کی قلبی ملائمت اور جذبۂ انسانیت نوازی کو کبھی مجروح نہ کیا۔ اگر انہوں نے تلوار چلائی تو اس لئے کہ خدا کی بادشاہت قائم ہو۔ اور دُنیا ظلم وستم سے پاک ہوجائے۔ وہ میدانِ وغا میں بھی صائم النہار اور قائم اللیل رہتے۔ کشور کشائی اور ملک گیری ان کا نصب العین نہ تھا۔ فتوحات کو ضمنی حیثیت حاصل تھی۔ ورنہ اصل مدعا و منتہا فسق و فجور کو مٹانا تھا۔ الغرض اسلام نے اہلِ علم بھی پیدا کئے اور مدبّر بھی۔ پھر صاحبِ بصیرت بادشاہ بھی پیدا کئے، اور وہ لوگ بھی جو زہد و تقوی میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ اسلام کا مقصد رجُلِ رشید پیدا کرنا ہے۔ اس کا نشید مِلّی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اسی کی سُروں سے قلوب وجد کرتے ہیں۔ اور روح شہادت تازہ ہوتی ہے۔

ایک مغربی مصنف لکھتا ہے کہ مغرب پر اسلام کے تین بڑے احسان ہیں۔ اسلام نے مغرب کو تہذیب اور علوم بخشے۔ اسلام نے مغرب کو ذخیرہ الفاظ بخشا۔ اسلام نے مغرب میں پاک اور شُستہ ذہنیت کو پیدا کیا۔ وہ لکھتا ہے، کہ قرون وسطیٰ سے لیکر ۱۷۸۹ء کے انقلاب تک جتنے مصلح اور ریفارمر پیدا ہوئے وہ سب عربی حسب نسب رکھتے تھے۔ ایک اور مصنف (Vambery) لکھتا ہے، کہ اسلام ایک جمہوری مذہب ہے جو بنی نوع انسان کے لئے اخوت، حریّت اور مساوات کا پیغام لیکر آیا ہے۔ ایک اور منکشف لکھتا ہے کہ عرب میدان جنگ میں اس واسطے مسلّح ہو کر جاتے، کہ جمہوریّت کے اعلیٰ اور ارفع اصول دُنیا میں قائم ہوں۔ غاصب ملوکیت مٹ جائے۔ جب اہلِ یورپ کی بصیرت افروز آراء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سامنے آتی ہیں۔ تو بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے ؎

ہست دینِ مصطفےٰ دینِ حیات	شرعِ او تفسیرِ آئینِ حیات
گر زمینی آسماں سازد ترا	آنچہ حق می خواہد می سازد ترا
صیقلش آئینہ سازد سنگ را	از دلِ آہن رباید زنگ را

لیکن غلامانِ مغرب کی تر دامنی ملاحظہ ہو۔ وہ چشمۂ صافی کو چھوڑ کر مغربیت کے گہرے پانی کو آبِ بقا سمجھ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر خوب و زشت کی تمیز ہی مٹ گئی ہے۔ ورنہ کہاں میکاؤلی فلارنساوی کی فریب کارانہ دین و سیاست میں تفریق' اور کہاں "قرآنی کلیّت" جو ہر شعبۂ زندگی میں وحدت اور یگانگت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ کتنی بڑی گمراہی ہے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر میکاؤلی کی کتاب الملوک" کو سجدہ گاہ بنایا جا رہا، اور سیاست کو مذہب کی پاسبانی سے محروم کر کے استبدادیت کا رنگ دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ جو سیاسی نظام دُنیاویت پر مبنی ہے، وہ مردم پرستی ہے، خدا پرستی نہیں ہے۔ ایسے نظام میں صدق و راستی کو کوئی جگہ نہیں۔ یہ عیارانہ مصلحت اندیشیوں کا بے پناہ سیلاب ہے جو حقوقِ انسانی کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔ یہی میکاؤلی کا فلسفہ ہے جو دین اور سیاست کی تفریق میں جلوہ گر ہے ؎

مملکت را دینِ او معبود ساخت	فکرِ او مذموم را محمود ساخت
بوسہ تا بر پائے ایں معبود زد	نقدِ حق را بر عیارِ سود زد
باطل از تعلیمِ او بالیدہ است	حیلہ اندازی فنے گردیدہ است
طرحِ تدبیرِ زبوں فرجام ریخت	ایں خسک در جادۂ ایام ریخت
شب بہ چشمِ اہلِ عالم چیدہ است	مصلحت تزویر را نامیدہ است

اس کے برعکس اسلام ایسے نظام کا پیغام دیتا ہے جو امتیازِ مَن و تو سے بیگانہ ہے۔ اور جو انسانی مساوات کا حامل ہے۔ اسلامی حکومت میں سیاست مذہب کی کنیز ہے۔ بادشاہ بھی ایک خادم ہے۔ قوانین کا مخرج اور مصدر قرآن کریم ہے نہ کہ تاج و تخت۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی صحیح پیروی میں غصب و جبر کا رنگ پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان تعلیماتِ ربّانی کے سامنے سب جھک جاتے ہیں ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آسمان میں یا بلندی میں پھیلی ہوئی ہیں" الخ

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کلمۂ طیبہ یعنی اس کلامِ الٰہی کی جو تازہ اور پاکیزہ ہو، اور انسانی دست بُرد سے پاک ہو، حقیقت بیان کی ہے۔ اور اس کا موقعہ یہ تھا، کہ پہلی آیات میں شیطانی راہوں پر چلنے والوں کے لئے تباہی کا اور ایمان لانیوالوں کے لئے جنّات اور انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے قدرتی طور پر انسان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے، کہ مَیں وہ راہ اختیار کروں، جو عذاب سے بچانیوالا اور نعمتوں کا وارث بنانیوالا ہو۔ لیکن ساتھ ہی پھر یہ خیال بھی آتا ہے، کہ اس سورت میں یہ ذکر موجود ہے، کہ مختلف اوقات میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی آتے رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ بعض نبی بعض کی وحی کو منسوخ کرنیوالے تھے۔ اور اس سے طبیعت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب خدا تعالےٰ کا ایک کلام دوسرے خدائی کلام کو منسوخ کر دیتا ہے، تو انسان کس طرح یہ معلوم کرے، کہ فلاں خدائی کلام تو تازہ اور مصفّیٰ ہے، اور فلاں تازہ اور مصفّیٰ نہیں ہے۔ یا کس طرح معلوم کرے، کہ فلاں تعلیم تو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے، اور فلاں نہیں ہے۔ پس کوئی ایسا معیار ہونا چاہیئے، جس سے تازہ اور قابلِ عمل کلام، منسوخ شدہ کلام اور انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے ممتاز ثابت ہو۔ سو وہ معیار اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے انسان بسہولت اس کلامِ الٰہی کی صداقت کو معلوم کر لیتا ہے، جو تازہ بتازہ اور اپنے زمانہ کے لئے قابلِ عمل ہو۔ چنانچہ فرماتا ہے، کلمہ طیبہ یعنی تازہ اور محفوظ اور نہ بگڑے ہوئے کلامِ الٰہی کی مثال اس شجرہ طیّبہ کی سمجھ لو، جس میں یہ صفات پائی جائیں (۱) وہ طیّب ہو (۲) اس کی جڑ مضبوط گڑھی ہوئی ہو (۳) اس کی شاخیں آسمان میں پھیل رہی ہوں۔ (۴) وہ اپنا پھل ہر وقت دے رہا ہو (۵) اور اس کا پھل دینا اللہ تعالےٰ کے اذن کے ماتحت ہو۔

یہ پانچ علامات ہیں، جو ایک تازہ اور ملاوٹ سے پاک کلام میں ہونے چاہئیں۔ اگر یہ علامات کسی کلام میں پائے جائیں، تو وہ اپنے زمانہ کے لئے قابلِ عمل اور لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ لیکن اگر یہ امور کسی کتاب، یا کلامِ الٰہی کہلانیوالے صحیفہ میں نہ پائے جائیں، تو وہ یا منسوخ شدہ کلامِ الٰہی ہے، اور یا انسانی بناوٹ ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے۔ اب میں الگ الگ ان سب علامتوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسندِ دیبا یکے است

دین کو معزول کر کے یورپ نے فتن کا باب کھول دیا۔ جو لیڈر اُٹھتا ہے ایک سوہانِ رُوح راگ الاپتا ہے۔ وہ ممالک جو کسی وقت عیش و طرب سے بزمگاہِ نشاط تھے، آج جولانگاہِ خیر و شر بنے ہوئے ہیں۔ وہ جو حریت نوازی کا دم بھرتے تھے، آج پابزنجیر ہیں جمہوریت بھی دفاعی مصلحت اندیشیوں سے ڈکٹیٹر شپ کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے۔ یہ سیاسی عقائد جو دین کے نور سے عاری ہیں، آپس میں دست و گریبان ہیں۔ انسانی مخترعات کا یہی انجام ہوتا ہے۔ لیگِ اقوام بنی، کہ امن و آشتی پھیلائے مگر اس کی جڑیں بھی کھوکھلی تھیں۔ اُس کی رگ و پے میں بھی مادیت معمور تھی۔ وہ بھی آج "انجمنِ دُزدے چند" ہو کر رہ گئی ہے۔ اُس کے اراکین خود اُس کے ضعف و ناتوانی کا نوحہ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امنِ عالم سخت خطرے میں ہے۔ تہذیب مغرب اتنی بوسیدہ ہو چکی ہے کہ مٹ کر رہے گی۔ اور اس کے کھنڈروں پر پھر خدا ایک اور عمارت کھڑی کریگا۔ جو اسلامی اصول پر مبنی ہوگی۔ مفکرینِ یورپ خود مقر ہیں کہ ان کی تہذیب امن کی ضامن نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنی بیزارگی کا بلند بانگ اظہار کر رہے ہیں۔ اور ایک قیامت صغریٰ کے منتظر ہیں۔ اس تکدّر و ظلمت میں ایک شعاعِ امید ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ سنتِ قدیمہ ہے کہ تخریب کے بعد تعمیر ہوتی ہے۔ اور تخریب خود ایک سانحۂ عظیمہ کی پیش رَو ہوتی ہے۔ اور اس کا تسلسل اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ دنیا حقیقتِ کُبرٰے کو صرفِ نسیاں کر چکی ہے۔ اور جب ایسے سنسنی خیز حالات رونما ہوتے ہیں۔ تو ایک ناموس اکبر مبعوث ہوتا ہے، جو اپنے آوازۂ حق سے آفاق و انفس میں تہلکہ مچا دیتا ہے۔ منیبِ قلوب اُس کی طرف جھکتے ہیں، اور فلاح پاتے ہیں۔ جو طغیان و عصیان میں بڑھ جاتے ہیں، وہ قانونِ قدرت کے مطابق اپنے کیفرِ کردار کو پہونچ جاتے ہیں۔

اب بھی جو ڈرامہ ہو رہا ہے وہ کوئی جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ان حالات کی پیشگوئی نبیٔ زماں کی کتبِ مطہرہ میں جابجا موجود ہے۔ جبکہ دنیا خوابِ خرگوش میں مست تھی، اس نے تجدید دین کا بیڑا اٹھایا۔ اور ببانگِ دُہل اعلان کیا۔ کہ ساکنانِ ارض ہلائے جائینگے۔ جہاں اس نے عالمگیر ہلاکت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا نقشہ پیش کیا ہے، وہاں اس بات کی بھی امید بخشی، کہ یہ سب زلازل عارضی ہوں گے۔ یہ تعمیرِ نو کے دیباچے ہونگے۔ اور تاریخ انسانی میں راحت و آرام کا باب شروع ہوگا۔ اور دنیا میدانِ کارزار سے نکل کر خیابانِ امن میں داخل ہو گی۔ اس نے یورپ کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ یہ خطّۂ ارض کشاں کشاں ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ مگر اس کی باتوں میں انذار ہی انذار نہ تھا۔ بلکہ اس کی ہر بات میں بشارت کا پہلو بھی تھا۔ اُس مردِ کامل نے حالات کا جائزہ لیا۔ اور خزاں کے بعد بہار کے موسم کا وعدہ کیا۔ اس نے باصرار کہا۔ کہ ایک وقت آئے گا۔ جب یورپ پیرانِ کلیسا سے بیزار ہو کر آغوشِ اسلام میں آرام حاصل کرے گا۔ معاشی ضیق، سیاسی فساد، اور تمدّنی دیوالیہ پن سب کلیسا کی ناکامی کے شاہد ناطق ہیں۔ اور افتاں و خیزاں یورپ اُنہی باتوں کی طرف آ رہا ہے۔ جو اسلام سے عبارت ہیں۔ اب سب مفکّرین محسوس کر رہے ہیں۔ کہ مذہب کا فقدان تمام ابتری کا ذمہ وار ہے۔ اب ہر گوشے سے مذہب کی تجدید کی آوازیں آ رہی ہیں۔ جس نے مذہب کے خلاف خونین جہاد کیا وہ بھی اپنے آہنی قوانین کو نرم کر رہا ہے۔ سرمایہ داری اور ثروت پرستی کے خلاف ایک جذبۂ نفار پیدا ہو گیا ہے۔ اور اُمراء کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔ نبیٔ زمان نے اسی کا نقشہ یوں کھینچا ہے

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یورپ کی موجودہ حالت اور تبلیغِ اسلام

:: (از جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے سابق امام مسجد لنڈن) ::

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم الشان پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود آئیگا جس کی ایک علامت یہ ہوگی، کہ وہ صلیب کو توڑے گا، ایسی صفائی سے پوری ہوئی ہے، کہ اسلام کے اشد ترین مخالف بھی اس کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

انیسویں صدی کے شروع میں یورپ کے تمام سلاطین نے مل کر ایک معاہدہ پر جس کا نام The Holy Alliance تھا دستخط کئے تھے۔ اس میں انہوں نے یہ عزم کیا تھا، کہ وہ اپنے تمام امور میں صرف مذہب عیسائیت کی اتباع کرینگے۔ اور اس سے ہرگز اِدھر اُدھر نہ ہوں گے لیکن اب اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کیساتھ عیسائیت کی طاقت پاش پاش ہو چکی ہے روس میں عیسائیت کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ نہ صلیب ہے، نہ گرجے ہیں، نہ پادری ہیں، اور نہ عیسائیت کے لئے وہاں کوئی جگہ باقی ہے۔ حالانکہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا، کہ روس کا ملک عیسائیت کا ایک زبردست قلعہ تھا۔ اور سلاطینِ روس یا پائے روم کے جرنیل تھے۔

اسی طرح جرمنی میں بھی صلیب کا نہ صرف ظاہری نشان خراب ہو چکا ہے، بلکہ اندرونہ بھی بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے۔ مجھے انگلستان میں بلکہ خود جرمنی میں وہاں کے طلبہ اور اساتذہ اور عام لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، وہ روسیوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ مذہب خود فساد کی جڑ ہے۔ بلکہ وہ مذہب کو چاہتے ہیں۔ گو عیسائیت سے متنفر ہیں Dr Rosenburg ایک مشہور جرمن مصنف لکھتا ہے:۔

Once and for all the so-called old Testament must be abolished as a book of religion.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی پرانے عہد نامے کی مذہبی حیثیت کو یک قلم اور ہمیشہ کے لئے اڑا دینا چاہیئے۔ اور نئے عہد نامہ کے متعلق لکھتا ہے، کہ اس میں بھی بہت سی فاش غلطیاں ہیں، مسیح کا سولی پر چڑھنا اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہونا وغیرہ واہیات باتیں ہیں۔ اسی طرح ایک اور مصنّف Dr Bergmann لکھتا ہے:۔ An ever increasing number of German people hate the alien christian God with all their heart.

یعنی جرمن لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو جس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مسیحی خدا سے جسے وہ غیر ملکی سمجھتے ہیں دلی نفرت ہے۔ جرمنی میں بائبل میں اس قدر ترمیم و تنسیخ ہو گئی ہے، کہ وہ بالکل ایک نئی کتاب بن گئی ہے۔

اٹلی کا مذہب گو برائے نام ابھی تک عیسائیت ہی ہے۔ لیکن در اصل اس کا مذہب بھی بالکل بدل چکا ہے۔ اس کا اصل عقیدہ فاسزم (Fascism.) پر مبنی ہے۔ میسولینی کی کتاب میں نے پڑھی ہے جس کا نام ہی Doctrine of Fascism ہے۔ اس میں اس نے صاف طور پر لکھا ہے، کہ فاسزم ایک مذہب ہے، محض سیاسی تحریک نہیں ہے۔ اس مذہب کا سب سے بڑا اصول اور پروگرام میسولینی کے اپنے لفظوں میں یہ ہے:۔ Fight, we are against the easy life. یعنی ہمارا اصول لڑائی ہے۔ ہم آرام طلب زندگی کے مخالف ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اصول عیسائیت کی تعلیم سے جس کا امتیازی عقیدہ یہ ہے، کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر طمانچہ مارے، تو بایاں بھی اس کی طرف پھیر دو، کوسوں دور ہے۔

سپین جہاں سے لاکھوں مسلمانوں کو ایک دن میں نکال کر جلاوطن کر دیا گیا تھا، اور جہاں اسلامی اذان کی آواز جو کہیں کہیں دی جاتی تھی پایۂ ردم کے لئے ناقابلِ برداشت تھی، ایسی مصیبت میں گرفتار ہے کہ اس کا کوئی علاج ہی نظر نہیں آتا۔ انگلستان کے اخبارات میں کچھ عرصہ ہوا، ایک فوٹو شائع ہوا تھا، جس میں وہاں کے لوگوں نے یسوع کے ایک بُت پر چاروں طرف سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah
ہجوم کرکے گولیاں چلائی تھیں۔ اور اس طرح اپنی اس نفرت کا اظہار کیا تھا، جو ان کے دلوں میں عیسائیوں کے خدا کے خلاف بھڑک رہی ہے۔

انگلستان جو میرے نزدیک عیسائیت کا اِس زمانہ میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ ہے، اور جہاں کروڑوں روپیہ ہر سال عیسائیت کی تبلیغ پر آجکل بھی خرچ کیا جاتا ہے، اپنے اندر ایسی کیفیت رکھتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کے پاؤں وہاں سے بھی اکھڑ گئے ہیں۔ گو ابھی تک وہاں قانون یہی ہے، کہ عیسائیت کے خلاف اگر کوئی کچھ کہے تو اُسے ہر قسم کی سزا دی جا سکتی ہے لیکن ہائیڈ پارک میں ہر روز عیسائیت کی تردید کھلے بندوں کی جاتی ہے۔ اور دوسری پارکوں میں بھی عموماً عیسائیت کے خلاف تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر کسی کو جرأت نہیں ہے کہ اس قانون کے ماتحت کسی کو سزا دے۔ عملاً ایسے سب قوانین بالکل مُردہ ہو چکے ہیں۔ اور حال ہی میں لنڈن کے ایک نہایت مشہور ہال میں پہلی دفعہ دہریوں کی ایک زبردست کانگرس منعقد کی گئی جس پر پادریوں نے بہت واویلا کیا مگر وہ رک نہ سکی۔ جب مسجد لنڈن کی تعمیر ہوئی، تو پادریوں نے ایک مجلس منعقد کر کے تقریریں کیں۔ جن میں بہت زور سے انگلستان کے لوگوں کو غیرت دلائی اور کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے، ایک وہ دن تھا کہ تم دنیا کو عیسائی بنانے باہر جایا کرتے تھے، اور اب یہ حال ہے، کہ عین تمہارے مرکز میں ایک مسجد قائم کر دی گئی ہے۔ مگر تم بالکل خاموش ہو۔ اور ہمارے ہمسایہ میں ایک پادری رہتے ہیں۔ انہوں نے تو در بدر پھر کر لوگوں کو اکسانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، اور کوشش کی کہ وہاں کے قانون کو جنبش دے کر ہمیں اذان دینے سے رُکوا دیں۔ مگر سوائے چند متعصب لوگوں کے کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ گرجے دن بدن خالی ہو رہے ہیں۔ اور اخبارات اور پادری ہر طرح کوشش کر رہے ہیں، کہ لوگوں کو کسی نہ کسی طرح گرجاؤں میں واپس لایا جائے۔ مگر سوائے پُرانے فیشن کے لوگوں اور بوڑھی عورتوں کے وہاں بہت ہی کم لوگ جاتے ہیں۔ گو اپنی تنظیم، روپیہ اور حکومت کے ذریعہ سے پادری اپنی انتہائی کوشش کر رہے ہیں، کہ عیسائیت بچ جائے۔ مگر دنیا کا رنگ اور لوگوں کا مزاج کچھ ایسا بدلا ہوا نظر آتا ہے، کہ وہ علی الاعلان اپنی کمزوری کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ لنڈن میں سب سے بڑا گرجا سینٹ پال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ہے۔ شاہانِ انگلستان بھی عبادت کے لئے اسی میں جاتے ہیں۔ اس کے ایک ڈین (Dean) نے جس کا نام اِنج (Inge) ہے، اور جو نہایت ہی عالم، ذی اثر اور مشہور ہے، دو تین سال ہوئے صاف لفظوں میں کہا تھا:- I do not believe that more than 20% of the people of this country are in any possible sense of the word christians,

یعنی مَیں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ اِس ملک (انگلستان) کے بیس فیصدی سے زیادہ لوگ کسی ممکن معنے کی رُو سے بھی عیسائی قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

Evangelical Christendom ایک عیسائی مبلغوں کا رسالہ ہے۔ اس میں چرچ مشنری سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری کا مضمون شائع ہُوا تھا جس میں اس نے لکھا تھا:-

"Think of a great christian nation like Russia swept into an anti-God movement within a generation. Have we ever seen in the history of the world a man like Hitler arise standing for a new kind of semi-pagan, semi-religious christian religion?.... We are facing, whether we believe it or not, a life or death struggle."

یعنی رُوس جیسی زبردست عیسائی قوم کو دیکھو۔ جو ایک ہی نسل کے عرصہ میں دہریت کی رَو میں بہہ گئی ہے۔ کیا ہم نے کبھی دنیا کی تاریخ میں ہٹلر ایسا آدمی دیکھا ہے۔ جو ایک نئی قسم کے عیسائی مذہب کو قائم کرنے کے لئے کھڑا ہے۔ جو نیم جہالت وحشیانہ بت پرستی اور نیم مذہب ہے۔

بارہ سال کی محنت شاقہ کے بعد چوٹی کے عیسائی علماء نے ایک رپورٹ تیار کی، جو شایع ہو چکی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں بھی جگہ بجگہ اپنی بے بسی کا اظہار کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:۔

"The tradition of the inerrancy of the Bible Commonly held in the church until the begining of the 19th century can not be maintained in the light of the Knowledge now at our disposal."

یعنی بائبل کی غلطی سے مبرا ہونے کی روایت کو جسے انیسویں صدی کے شروع تک کلیسا مانتا رہا ہے، اب موجودہ زمانہ کی تعلیمی روشنی میں برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

غرض یورپ کے لوگ عیسائیت سے دُور اور متنفر ہو رہے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ عیسائیت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے۔ اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ جبتک عقائد باطلہ مٹ نہ جائیں، تب تک صحیح تعلیم دلوں میں بیٹھ نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک نہایت خوش کن بات ہے۔ کہ آہستہ آہستہ یورپ کا قدم اسلام کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ یورپ میں ہر جگہ مساجد بنی ہوئی ہیں۔ اور لوگ جوق در جوق نمازیں پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کئی سعید فطرت لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبلغوں کے ذریعہ سے نماز پڑھنا جانتے ہیں، اور نماز پڑھتے بھی ہیں، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد نہایت تھوڑی ہی ہے۔ عام طور پر لوگ اسلامی طریقِ عبادت سے کوسوں دُور ہیں۔ اور ہمارے تمدّن کو دیکھکر یہ سمجھتے ہیں، کہ ہم ان سے بہت پیچھے ہیں۔ اور وہ ایک ایسی مخلوق ہیں، جس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ لیکن پھر بھی جو لوگ فراست سے کام لیں گے، وہ میرا مطلب سمجھ جائیں گے، جو یہ ہے کہ یورپ میں جہاں طرح طرح کی تحریکات عالمگیر انقلاب پیدا کرنے کے لئے جاری ہیں، یا جاری کی جا رہی ہیں، وہاں اندر ہی اندر ایک ذہنی ہیجان بھی نظر آئے گا۔ اور حق کی تلاش کا جذبہ بھی انہیں بے چین کرتا ہؤا محسوس ہوگا۔ جس سے سوچنے والے سوچتے، اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ قوم کا مزاج کس طرف جا رہا ہے۔ اور لوگوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی افتاد کیا ہے؟

مجھے سینکڑوں دفعہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کے مختلف شہروں میں تقریر اور گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور مَیں نے ان کی مذہبی، علمی، سیاسی، تعلیمی اور تمدنی مجالس میں اسلام کی تعلیم اور فضیلت کو پیش کیا ہے، اور ہزاروں سوالات کے جواب دیئے ہیں۔ اور مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ اگر اسلام کو صحیح رنگ میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں پیش کیا جائے، تو ضرور ہے کہ وہاں کے سمجھدار لوگ آہستہ آہستہ اسلام کی صداقت کے قائل ہوتے جائینگے۔ صفائی اور حفظانِ صحت کے لحاظ سے توسب لوگ یہی کہتے ہیں۔ کہ عام طور پر یورپ اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہے۔ یہ سبق انہیں اہل اندلس نے سکھایا تھا۔ ورنہ اس سے قبل ان کی رہائش نہایت گندہ طرز پر تھی۔ اسی طرح اُطْلُبُوا الْعِلْمَ کے اسلامی اصول پر ظاہری رنگ میں وہ ضرور اہل مشرق پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مطالعہ کتب اور لائبریریاں قائم کرنے کا شوق انہوں نے مسلمانوں ہی سے سیکھا ہے۔ شراب کو بند کرنے کے لئے اکثر مقامات پر انجمنیں بنی ہوئی ہیں، جو لوگوں کو بذریعہ تقریر اور تحریر شراب نوشی کے مضرات سے آگاہ کرتی رہتی ہیں۔ سود اور زکوٰۃ کے متعلق جہاں جہاں بھی مجھے گفتگو یا بحث کرنے کا موقعہ ملا ہے، مَیں نے محسوس کیا کہ وہ اسلامی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کی خوبی کے قائل ہو گئے ہیں۔ گو ان کے راستے میں اس قدر مشکلات ہیں۔ جن کا اندازہ ہم پوری طرح نہیں لگا سکتے۔ اور انفرادی طور پر اِکّے دُکّے رنگ میں سود چھوڑ دینا قریبًا محال ہے۔ سوشلسٹ پارٹی جو ایک زبردست منظم پارٹی ہے سود اور زکوٰۃ کے معاملہ میں اسلام کی تعلیم کو نہایت ہی استحسان کی نظر سے دیکھتی ہے۔

ان امور میں ممکن ہے کوئی معترض کہدے۔ کہ یہ انگریزوں کی رواداری کی عادت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ دراصل ان باتوں میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اسلام کے قریب ہو۔ اس لئے مَیں ایک واضح اور بیّن مثال پیش کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہو جائے گا۔ کہ انگریز واقعی اسلام کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ انگلستان کی حکومت کا مذہب عیسائیت ہے۔ اور عیسائیت میں طلاق صرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زنا کی صورت میں دی جا سکتی ہے۔ ورنہ خواہ کتنی ناچاقی اور ظلم ہو میاں بیوی کا اگر ایک دفعہ نکاح ہو جائے تو پھر علیحدگی ناممکن ہے۔ لیکن حال ہی میں برطانوی پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس ہؤا ہے، جس کی رُو سے طلاق کے وجوہ کو وسیع کر دیا گیا ہے، اور وہ اسلامی قانونِ طلاق کے بہت قریب آگیا ہے۔ اور یہ ملک کی اکثریت کی آواز ہے۔ جو کھلم کھلا مذہب عیسائیت کے خلاف اور اسلام کے قریب ہے۔

ضمناً یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہو گا، کہ جب یہ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش تھا، تو لوگوں کی تقاریر نہایت ہی دلچسپ تھیں۔ پُرانی قسم کے متعصب پادری تو سخت مخالف تھے۔ مگر دوسرے مذہبی لوگ گھبرائے ہوئے تھے۔ نہ ادھر رائے دے سکتے تھے اور نہ اُدھر۔ چنانچہ آرچ بشپ صاحب نے رائے ہی نہ دی۔ کیونکہ اگر وہ قانون کے خلاف رائے دیتے، تو عقل کے خلاف تھا اور تمدنی گند اور صریح ظلم کی تائید تھی۔ اور اگر اس کی تائید کرتے، تو بحیثیت مذہبی لیڈر ہونے کے ان کے لئے یہ ناممکن تھا، کہ اپنے دین کی تردید کر دیتے۔ قانون کی تائید کرنے والوں کے دلائل نہایت قوی تھے اور ملک کی اکثریّت نے صاف اور صریح فیصلہ کر دیا، کہ انگلستان کا قدم کِدھر اُٹھ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا تھا ؎

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسٹر جے کرشنا مورتی

(از جناب "احمد اسلام" ایم۔اے)

پچھلے دنوں مشہور مذہبی لیڈر مسٹر جے کرشنا مورتی قریباً ایک ہفتہ لاہور میں آکر ٹھہرے۔ اس اثناء میں مجھے ان کی ایک تقریر سُننے اور دو مجالسِ گفتگو میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ اور جو تاثرات مَیں نے اس طرح حاصل کئے، وہ ناظرینِ "ریویو" کی ضیافت طبع کے لئے عرض کرتا ہوں۔

کرشنا مورتی کا ذکر عموماً تھیوسافی کے سلسلہ میں آتا ہے۔ مَیں نے انگلستان میں بھی اسی سلسلہ میں ان کا ذکر سُنا ہے۔ لاہور میں اس تازہ موقعہ پر اور پانچ چھ سال پہلے بھی جبکہ وہ اسی طرح ایک مختصر قیام کے لئے لاہور آئے تھے، ان کی تقریروں کا انتظام تھیوسافی والوں کے ہاتھ میں تھا لیکن اب یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ان کا تھیوسافی کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ——— نہ تھیوسافی کی تعلیم سے، اور نہ ان کے نظام سے ——— ہاں پرانے تعلق کی وجہ سے تھیوسافسٹ خیال کے لوگ ان کی آؤ بھگت کرتے، اور ان کے لیکچروں کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ ممکن ہے بعض تھیوسافسٹوں کا یہ خیال ہو کہ اس طرح مسٹر کرشنا مورتی تھیوسافی سے اپنی بے تعلقی کو آہستہ آہستہ کم کرلیں، اور آخر میں ان کی اپنی تعلیم و تحریک تھیوسافی کی ایک ترقی یافتہ شکل بن جائے۔ لیکن اس کے خلاف یہ بھی بیان کیا جاتا ہے، کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ مسٹر کرشنا مورتی ایک نئے ذہنی انقلاب کا موجب ہوں گے۔ اور یہ انقلاب تھیوسافی سے ایسا ہی مختلف ہوگا۔ جیسا باقی مذہبی خیالات سے۔

ناظرین کو علم ہوگا۔ کہ تھیوسافی کی تحریک ہندوستان میں ایک انگریز عورت مسز اینی بسنٹ کے ذریعہ رائج ہوئی تھی، جو ہندوستان کی سیاسی تحریک میں بہت مشہور تھیں، اور جو چند سال ہوئے فوت ہو چکی ہیں۔ مسز بسنٹ انگلستان میں انگریز ماں باپ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ اور انہوں نے انگلستان میں ہی تعلیم پائی۔ بچپن ہی سے ان کی ذہنی اور جذباتی طاقتوں سے لوگ متاثر ہوتے تھے، ان کی ماں نے ان کی شادی کے لئے کوشش کی، لیکن انہوں نے کئی نوجوانوں کو جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لے کر ان کی مفصّل تشریح کرتا ہوں:۔

پہلی علامت یہ بتائی ہے، کہ وہ طیّب ہو، اور طیّب کے معنے ہیں (الف) عیب، بُرائی اور نقصان سے محفوظ شے (ب) خوبصورت (ج) طیّب والی چیز اور طیّب والی کے معنے ہیں (۱) لذیذ (۲) پاکیزہ اور نَو (۳) خوبصورت (۴) شیرین (۵) شاندار (۶) خوبیوں میں بڑھی ہوئی۔

پس تازہ اور اعلیٰ کلام وہ ہے (۱) جو اچھے درخت کی طرح ضرر اور نقصان سے محفوظ ہو۔ یعنی اسمیں ایسی باتیں نہ ہوں، جو انسانی رُوح یا انسانی شرافت یا انسانی احساسات وجذبات کے خلاف ہوں (۲) وہ خوبصورت ہو، اور اس میں دلکشی اور جذب کے سامان ہوں (۳) اس پر عمل کرنیوالا لذّت اور سرور حاصل کرے (۴) اس میں شیرینی اور حلاوت ہو (۵) وہ شاندار ہو (۶) وہ دوسروں سے خوبیوں میں بڑھا ہُوا ہو۔

دُوسری علامت یہ بتائی ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہو۔ اور درخت کی جڑ کے مضبوط ہونے سے مندرجہ ذیل باتیں مراد ہیں:۔

اوّل یہ مراد ہوتی ہے، کہ درخت زندہ ہے، اور زمین سے غذا لے رہا ہے، اور تازہ کلامِ الٰہی کی بھی یہ علامت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ سے اپنی غذا لے رہا ہوتا ہے۔ جو کلام منسُوخ ہوجاتا ہے، اس کے مضامین کی وسعت ختم ہوجاتی ہے، اور وہ منسُوخ بھی اسی لئے ہوتا ہے، کہ اب وہ بنی نوع انسان کی ضروریات کو پُورا نہیں کرسکتا۔ لیکن جو کلام قائم ہوتا ہے، وہ انسانی فطرت کی سب ضرورتوں کو پُورا کرتا ہے۔ اور جو ضرورت بھی انسان کو پیش آئے، اس کلام میں اُسے پورا کرنے کا سامان مل جاتا ہے۔ گویا وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہوتا ہے، جو زمین سے غذا حاصل کررہا ہو۔ یعنی اس سے تازہ مطالب جو زمانہ کی ضرورت کیمطابق ہوتے ہیں، ظاہر ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مطالب اس میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن وقت پر انہیں ظاہر کرنا، اور ان سے ضرورتوں کا پورا کرنا، خدا تعالےٰ کے تازہ فضل ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ ہر وقت غذا لیتے رہنے کے مترادف ہے۔

دوم جڑ کی مضبوطی سے مراد اس کے تنے کی مضبوطی ہوتی ہے۔ یعنی وہ صدمہ سے جھکتا نہیں۔ اور سچے کلام کی ایک یہ علامت بھی ہے، کہ وہ اعتراضوں اور نکتہ چینیوں سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ جس قدر بھی اس پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کو چاہتے تھے، یکے بعد دیگرے جواب دیدیا۔ اور آخر ایک پادری نوجوان ڈاکٹر بسنٹ سے ان کی شادی ہوگئی۔ لیکن یہ شادی خوشگوار ثابت نہ ہوئی۔ اور چھ سات برس کے بعد مسز بسنٹ نے (جو اس چھ سات سالہ شادی کے تعلق کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے مسز بسنٹ بن گئیں)، ان سے علیحدگی حاصل کرلی، اور ایک شخص مسٹر چارلس بریڈلا سے مل کر جو بہت آزاد خیال تھا، اور دہریت کا پرچار کیا کرتا تھا، کام کرنا شروع کردیا۔ یہ انہماک کئی سال تک جاری رہا، اور مسز بسنٹ بھی دہریہ خیالات کی تائید میں پمفلٹ لکھتی رہیں۔ لیکن ان کو جلد ہی تھیوسافی خیال کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ تھیوسافی خیال کی اصل بانی ایک روسی عورت میڈیم بلاوتسکائی تھی، جو ایک ناگوار شادی سے آزادی حاصل کرکے امریکہ میں جا بسی تھی۔ امریکہ میں جاکر اس نے ایک حلقہ پیدا کرلیا تھا جس میں وہ ایک مذہبی قسم کے فلسفہ کی اشاعت کرتی تھی۔ اور آہستہ آہستہ مختلف ممالک میں کچھ کچھ لوگ اس خیال کی تائید میں پیدا ہوگئے تھے۔ مسز بسنٹ بھی اسی طرح اس خیال سے متاثر ہوگئیں۔ اور چونکہ اس خیال کا ایک جزو یہ تھا کہ تبت میں ایسے گمنام رشی ہیں جو براہ راست اور بغیر عام مادی ذرائع کے دُنیا میں اور لوگوں کو رُوحانیت کا علم دیتے رہتے ہیں، اس لئے مسز بسنٹ کو ہندوستان کی طرف توجہ ہوئی، اور جنوبی ہند میں مدراس کے قریب ایک جگہ میں آکر انہوں نے تھیوسافی کا مرکز بنادیا۔ تھیوسافی خیال کیا ہے؟ اس کا جواب دینا مشکل ہے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے، کہ یہ ایک فلسفہ ہے، جو کسی باقاعدہ اور منظم استدلال کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس کی بنیاد کسی قدر جذبات پر اور کسی قدر استدلال پر ہے۔ اس خیال کے ماتحت ذاتِ باری کے عقیدہ کی بجائے اس عقیدہ کو ایک مرکزی نقطہ کے طور پر مانا جاتا ہے، کہ کائنات میں ایک زندگی کی رَو ہے، جو ہمیشہ سے موجود ہے، اور جو ہمیشہ موجود رہے گی۔ یہ زندگی کی رَو بعض مقاصد کی جستجو میں رہتی ہے، اور عام انسانوں کا یہی کام ہے، کہ وہ ان مقاصد کو سمجھیں، اور ان کی تائید میں اپنے آپ کو لگائیں۔ اس خیال کے ماتحت تھیوسافی والوں کو حیات بعد الموت کا پکا خیال ہے۔ اور وہ اس عقیدہ کو علمی طور پر ثابت کرنے کے متمنی اور مدعی ہیں۔ چنانچہ سپرچیولزم کی تحریک کو جس میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سر آلیور لاج جیسے اہل سائنس شامل ہیں، وہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ بلکہ تھیوسافی کا ایک بڑا مشغلہ یہ بھی ہے، کہ وہ سپرچیولزم کے نتائج کو دُنیا میں شایع کرتی رہتی ہے، اور اپنے طور پر بھی وہ اس لائین میں تحقیق و تجسس کرتی رہتی ہے، اور حیات بعد الموت کے متعلق اپنی تحقیق کو بطور ثبوت پیش کرتی رہتی ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے تھیوسافی کو ایک مذہبی حیثیت حاصل ہے لیکن اس وجہ سے کہ ہندو مذہب میں رُوح کو دائمی مانا جاتا ہے، اور کچھ اس وجہ سے کہ تھیوسافی کے نزدیک تبت جو ہندوستان کے سرپر ہے روحانی دانائی کا مرکز ہے، تھیوسافی کو ہندو مذہب سے ایک خاص تعلق ہے۔ اگر اس تعلق کی وجہ سے تھیوسافی کو ہندو مذہب کی ایک جدید شاخ کہا جائے، تو ہرگز بیجا نہ ہوگا۔ مسز بسنٹ کی تحریک نے چونکہ ایک ہندو فلسفہ اور ہندوستانی سیاست کی تائید کی، اس لئے بہت سے ہندو ان کی تحریک میں شامل ہوگئے۔ بنارس میں سنٹرل ہندو کالج جو بعد میں ترقی کرکے ہندو یونیورسٹی بن گیا، مسز بسنٹ کی کوشش سے جاری ہُوا تھا، اس وجہ سے بھی مسز بسنٹ کو ہندو مذہب، ہندو فلسفہ اور ہندو علوم سے ایک گہرا تعلق ہوگیا، اور وہ عام طور پر ہندوؤں میں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں۔

مسز بسنٹ تھیوسافیکل سوسائٹی کی صدر تھیں۔ گویا ظاہری و معنوی لحاظ سے اس تحریک کی سرپرست تھیں۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں (غالباً اپنی تحریک کے استقلال کی خواہش کے ماتحت) ان کو یہ خیال ہوگیا تھا، کہ عنقریب ایک عالمگیر پیشوا دُنیا میں پیدا ہوگا، جو تھیوسافی خیال کے ماتحت دُنیا کی رہنمائی کرے گا، پھر ان کو یہ خیال ہُوا کہ وہ پیدا ہوچکا ہے۔ پھر اتفاق سے ان کی نظر کرشنا مورتی پر پڑی، جو اس وقت کم سنی میں تھیوسافیکل مرکز کے ایک سکول میں تعلیم پاتے تھے۔ کرشنا مورتی کی ظاہری شکل و شباہت اور اس بچّہ کی ذہنی و جذباتی کیفیات سے وہ اس قدر متاثر ہوئیں، کہ ان کا یہ پختہ خیال ہوگیا، کہ کرشنا مورتی ہی وہ عالمگیر استاد ہے، جس کی انہیں اور ان کے خیال میں باقی دُنیا کو انتظار تھا۔ اس خیال کے پختہ ہونے پر انہوں نے کرشنا مورتی کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا، اور ایک انگریز تھیوسافیکل خیال کا معلّم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کے لئے مقرر کیا، اور انہیں انگلستان میں خاص تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجدیا۔ اس سلسلہ میں بعض ناگوار حالات بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ جن کے ذکر کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں ہے۔

مسز بسنٹ اپنے سفروں میں کرشنا مورتی کو ہندوستان کے مختلف مقامات، نیز انگلستان اور امریکہ میں لئے پھریں۔ اور سب جگہ یہ کہتی پھریں، کہ یہی لڑکا دنیا کا مسیح اور پیشوا ہے۔ اس لئے اس وقت کی انتظار کرو جب یہ لڑکا اپنی ذہنی و روحانی بلوغت کو پہونچے، اور دنیا اس کی قیادت میں اپنے اصلی مقصد کو پائے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر بہت سے تھیوسافی خیال کے لوگ بدظن ہو گئے، اور سمجھنے لگے، کہ اب تھیوسافی میں جنون پیدا ہو گیا ہے، اور علم کی جگہ وہم نے لے لی ہے، لیکن پھر بھی پُرانے تعلق کی وجہ سے اکثر لوگ پیوستہ رہے۔ مسز بسنٹ کی زندگی میں ہی مسٹر کرشنا مورتی نے مسیح یا عالمگیر استاد بننے سے اعراض کرنا شروع کر دیا۔ اور مسز بسنٹ کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے نہ صرف اپنے اس دعویٰ سے بلکہ تھیوسافی سے بھی اپنی قطعی بے تعلقی کا اعلان کر دیا۔ اور اب ان کے مدّاح یہ بات خاص طور پر بیان کرتے ہیں۔ کہ کرشنا مورتی کو تھیوسافی سے دُور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ گو بعض تھیوسافی والے شاید یہ خیال کئے بیٹھے ہوں، کہ اس عالمگیر استاد نے چونکہ شاید تھیوسافی سے کچھ علیحدہ تعلیم دینی تھی، اس لئے وہ آہستہ آہستہ تھیوسافی سے الگ ہو گیا ہے۔

مسٹر کرشنا مورتی کے متعلق جو چرچا ہندوؤں اور خصوصًا ان کے تعلیمیافتہ طبقہ میں ایک حد تک پایا جاتا ہے، اس کی پُشت پر یہ حالات ہیں جو اختصار سے میں نے بیان کئے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کچھ تجسّس اور شوق کا پیدا ہو جانا قدرتی امر ہے۔ اور اس وجہ سے کہ کرشنا مورتی تعلیمیافتہ ہونے کے باعث اپنی تقریر و گفتگو میں فلسفیانہ مذاق پیدا کر دیتا ہے، نیز اس لئے کہ اس کی تقریر و گفتگو میں جدید ہندو ذہنیت کی ایک گونہ تائید ہوتی ہے، اس تجسّس اور شوق کی ایک حد تک تشفّی بھی ہو جاتی ہے۔ باقی ملکوں میں بھی کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو پُرانی دلچسپیوں سے سیر یا بیزار ہو کر نئی دلچسپیاں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اور ان میں خصوصًا ایسے مالدار اور فارغ البال لوگ پیش پیش ہوتے ہیں، جو دوسروں کے متعلق کسی قدر نیک خیال رکھتے، اور اپنے لئے کسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشغلہ کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ ان حالات میں کرشنا مورتی کے متعلق ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر کچھ چرچا ہونا تعجب انگیز نہیں ہے۔

مسٹر کرشنا مورتی کی جس تقریر میں مجھے شامل ہونے کا اتفاق ہؤا، اس میں ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ کچھ لوگ شوق سے اور کچھ لوہ کی غرض سے آئے تھے۔ مسٹر کرشنا مورتی عین وقت پر سٹیج پر آموجود ہوئے۔ اور ہندوانہ طریق سے ہاتھ باندھ کر سلام کرتے ہی پالتی مار کر میز پر بیٹھ گئے۔ دور سے آپ اچھے خاصے نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ لیکن بعد میں پاس جاکر دیکھنے سے چالیس سال سے اُوپر عمر معلوم ہوتی تھی۔ اور چہرہ ڈھلا ہؤا معلوم ہوتا تھا۔ آپ بالوں کو انگریزی طرز پر چیر کر رکھتے ہیں، جو سامنے کی طرف بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ داڑھی مونچھ چونکہ منڈوائے ہیں۔ اس لئے سوائے لباس (اور وہ بھی غالباً صرف ہندوستان میں) اور رنگ کے جو ہندوستانیوں کا سا ہے، آپ کے چہرہ پر ہندوستانیت کی بجائے افرنجیت زیادہ ٹپکتی ہے۔ آپ کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں۔ ناک اُونچا، لیکن زیادہ پتلا نہیں ہے، انگریزی تلفظ اور لہجہ خوب ہے، مگر تقریر میں آپ کی انگریزی ایسی بے نقص نہیں ہوتی، جیسی گفتگو میں۔ سُنا ہے آپ ہندوستانی بالکل نہیں جانتے۔ شاید جنوبی ہند کی کوئی بولی جانتے ہیں۔ یہ تقریر پینتالیس منٹ ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے کچھ سوالوں کے جواب دیئے۔ یہ سوال ان کو سامعین میں سے بعض نے لکھکر بھیجے تھے۔ جو تقریر مَیں نے سُنی۔ اس کی ابتداء میں انہوں نے اصطلاحات کے استعمال سے نفرت کا اظہار کیا، اور کہا کہ مَیں اپنا مطلب عام الفاظ میں ان کے عام مفہوم سے کام لیتا ہؤا بیان کروں گا۔ لیکن تقریر میں انہوں نے اکثر نفسیاتی اور فلسفیانہ اصطلاحات بیان کیں۔ جس سے کم از کم مَیں یہ سمجھا تھا، کہ عام لوگوں کو ان کی تقریروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ان کی تقریروں اور مجالس میں صرف ایسے لوگ ہی شامل ہوتے ہیں، جو تعلیمیافتہ ہوتے یا تعلیمیافتہ کہلاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ان کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی خاص بات نہیں کہہ رہے، بلکہ صرف اصطلاحات کے چکّر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اصطلاحات سے شوق رکھنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah
والے لوگ ایک قسم کی لفظی و دماغی عیاشی اور ورزش میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کی تقریروں میں مثالیں قریبًا نہیں ہوتیں۔ اور نہ دوسری تحریکوں اور شخصیتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ ہاں بعض اوقات عام الفاظ میں مجمل اشارہ ہوتا ہے۔ جس سے اکثر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا معین مطلب کیا ہے۔ اشارہ اور کنایہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور صاف اور سیدھا بیان بہت کم۔ اور تقریر ختم ہونے پر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیا خاص بات کہہ گئے ہیں۔ لنظاہر اُس تقریر میں جو مَیں نے سُنی، انہوں نے انفرادیت پر بہت زور دیا۔ اور کہا کہ ہر شخص اپنے آپ کو خیالی، تمدّنی اور دوسری جکڑبندیوں سے آزاد کر کے زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ سوسائٹی اور تمدن اور تمدّن کے قانون صرف خوف کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں۔ اسی خوف کے ماتحت انسانی ذہن ایک مستقل دھندلکے میں پڑا ہوا ہے۔ جب تک یہ خوف دور نہ ہوگا، انسان کبھی صحیح زندگی نہ پا سکے گا۔ لیکن آپ نے یہ نہ بتایا۔ کہ خوف دور ہونے کے بعد انسان کو کیا نظر آنے لگے گا؟ اور نہ یہ بتایا کہ خوف کو دور کیونکر کیا جائے؟

آپ کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ اور آپ کا کوئی گھر بار نہیں ہے۔ لیکن آپ اکثر شادی اور میاں بیوی کے تعلقات کی مثالیں دیتے ہیں۔ سُنا ہے آپ کے اور بھائی بہن بھی ہیں۔ یہ بھی سُنا ہے، کہ آپ کے خاندان میں سِل کا مرض ہے، جس سے ان کے کچھ بھائی فوت بھی ہو گئے ہیں۔ مسٹر کرشنا مورتی کا سینہ بارُعب مردوں کی طرح کشادہ نہیں ہے، بلکہ تنگ سا معلوم ہوتا تھا۔ آپ کُرتہ اور پاجامہ (جو غالبًا کھدر کا نہیں تھا) پہنے ہوئے تھے۔ ایک چُغہ بھی زیب تن تھا، پاؤں میں موزے نہ تھے۔ ننگے پاؤں میں چپلی پہنی ہوئی تھی۔ یورپ میں وُہ یورپین لباس پہنتے ہیں یا کبھی کبھی یورپین لباس بھی پہن لیتے ہوں گے۔ کیونکہ ان کی بعض تصویریں اس لباس میں ہیں۔ آپ جہاں تقریر کرنے جاتے ہیں، وہاں کے لوگ جو اس بات کا شوق رکھتے ہیں، آپ کو اپنے یہاں تک کا کرایہ وغیرہ دیتے، اور اپنے ہاں ٹھہراتے ہیں۔ آپ اکثر امراء کے مہمان ہوتے ہیں۔ لاہور میں رائے بہادر بندا سرن نے جو ہندوؤں میں سے چوٹی کے رئیس اور تاجر ہیں، آپ کی میزبانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے فرائض سرانجام دیئے۔ لاہور کے بعد وہ ہندوستان کے مختلف شہروں کے دَورہ پر چلے گئے۔ ہندوستان کا یہ دَورہ غالباً جنوبی ہند میں ختم ہوگا۔ اور وہاں سے آپ آسٹریلیا، پھر نیوزی لینڈ اور پھر امریکہ (کیلیفورنیا) جائیں گے۔ معلوم ہُوا ہے۔ کہ آپ اسی طرح دُنیا کا چکّر لگاتے رہتے ہیں۔ آپ کا کوئی خاص مرکز نہیں۔ ہاں تین ملکوں میں آپ کے تین سیکرٹری ہیں، جو آپ کی تقریروں کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ تین ملک امریکہ، ہندوستان اور ہالینڈ ہیں۔ آپ کی تقریریں لفظ بلفظ محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اور قریباً ہر سال ایک بڑی جلد ان تقریروں کی شایع ہوتی ہے۔

سوال وجواب کے لئے جو مجالس آپ منعقد کرتے ہیں، ان میں بھی لوگ شوق سے شامل ہوتے ہیں۔ لاہور میں دو پبلک تقریروں کے بعد چار پانچ ایسی مجالس رائے بہادر بندا سرن کے خوبصورت مہمانخانہ کے ایک نہایت ہی آراستہ ڈرائنگ روم میں منعقد ہوئیں۔ ایسی دو ایک مجالس میں مجھے بھی شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ آپ ناشتہ کے بعد لوگوں میں ایک تخت پر آکر بیٹھ جاتے۔ اور پھر سوال وجواب کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ آپ سوالوں کے جواب ہی نہ دیتے تھے، بلکہ خود بھی سوال کرتے، اور گویا اہلِ مجلس کو بعض باتوں کی طرف لیجاتے تھے۔ اور ہر بات جو وہ منوانا چاہتے، ایسے طریق پر اس کی طرف رہنمائی کرتے، کہ مجلس والے خود بخود ان کو دیکھکر یا پاکر بول اٹھتے۔ کسی نے بیان کیا کہ یہ مجلسی طریق انہوں نے خاص طور پر اختیار کیا ہے۔ اور اس سے ان کے طریق تعلیم میں ایک امتیازی رنگ پیدا ہوگیا ہے۔ ہر مجلس میں اس نقطہ سے بات شروع کی جاتی، جس نقطہ تک کہ آخری مجلس پہونچ چکی ہوتی۔ اگر کوئی نیا آنے والا ایسا سوال کر دیتا، جو پہلی کسی مجلس میں زیر گفتگو آچکا ہوتا، تو اس سے معذرت کر دی جاتی کہ یہ بات ہوچکی ہے۔ لاہور کی چار پانچ مجالس کی گفتگو کسی خاص نتیجہ پر نہ پہونچ سکی۔ یہ مجالس صرف ابتدائی مراحل تک ہی رہیں۔ اور مَیں اس میں شمولیّت کے بعد جو کچھ سمجھا ہوں، وہ یہ ہے، کہ ساری گفتگو کا ماحصل یہ تھا، کہ انسانی ذہن مختلف قسم کے تعصّبات، خوفوں، اور اُلجھنوں میں پھنسا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوا ہے۔ یہ تعصبات، خوف اور اُلجھنیں انسان کے ان تعلقات کی تہہ میں بھی ہوتی ہیں، جو بظاہر بے لوث، اور پاک و صاف ہوتے ہیں۔ آخری مجلس کے متعلق یہ خیال تھا، کہ وہ اس میں یہ بتائینگے کہ آخر ان تعصبات، خوفوں اور اُلجھنوں سے کیسے رہائی ہو سکتی ہے؟ اور رہائی کے بعد انسان کو کیا اور کس طرف کا رُخ کرنا چاہئیے؟ لیکن یہ مجلس بھی بغیر کسی نتیجہ کے رہی۔ اور انہوں نے آخر تک یہ بھی نہ بتایا، کہ ان کا اصل مطلب کیا ہے۔ اس پر کئی لوگ مایوس ہو کر لوٹے۔ ان کی مجالس میں ہندو مرد و عورتیں اور بعض انگریز مرد و عورتیں بھی شامل ہوتی رہیں —— بعض شوق سے اور بعض ٹوہ کی غرض سے —— ان میں سے ایک انگریز عورت مس پین (Payne) نام سے میری ملاقات بھی ہوئی۔ یہ ادھیڑ عمر کی تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ پہلے وہ نفسیات کے مطالعہ میں مستغرق رہتی تھی۔ لیکن جب سے اُسے کرشنا مورتی کا پتہ چلا، وہ قریباً ہر وقت کرشنا مورتی کے ہمراہ رہتی ہے، اور اسی سلسلہ میں وہ ہندوستان آئی ہے۔ چند سالوں سے کرشنا مورتی کی تقریروں اور گفتگوؤں کے مرتب کرنے کا کام اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ اس کو یقین ہے کہ کرشنا مورتی کی تعلیم میں ایک امتیازی بات ہے۔ اور وہ ایک ذہنی کیفیت ہے۔ جس کا حاصل کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے، تو دُنیا کے دُکھ اور زندگی کی مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ مَیں نے اس سے پوچھا، کہ کیا تمہیں وہ کیفیت حاصل ہے؟ تو اُس نے جواب دیا، کہ پوری نہیں۔ پھر اس نے اپنا یہ واقعہ سُنایا، کہ مَیں ایک اور ہمسفر سے ایک قیامگاہ پر ناراض ہو گئی تھی، مَیں اس سے ناراضگی میں تیز تیز باتیں کر رہی تھی، کہ یکدم میری ذہنی کیفیت نے پلٹا کھایا، اور میری سب ناراضگی جاتی رہی۔ اس کا اشارہ اس بات کی طرف تھا، کہ دُنیا کے سب جھگڑے اسی طرح حل ہو سکتے ہیں۔ مَیں نے اس سے اشارۃً یہ کہا۔ کہ اس طرح جھگڑے مٹتے تو نہیں، ہاں جھگڑوں سے غفلت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ اس نے کہا، کہ ہر شخص کو انجام کار ایسی کیفیت پیدا کرنی پڑے گی۔ مَیں نے پوچھا کہ اس انقلاب پر کتنا وقت لگے گا؟ اس نے کہا، اس سے غرض نہیں ہے۔ بہرحال یہ یقینی ہے، کہ اس کے سوا اور کوئی علاج جھگڑوں کا نہیں ہو سکتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah
ممکن ہے اس انقلاب پر دو ہزار یا پانچ ہزار، یا اس سے بھی زیادہ دس ہزار سال لگ جائیں۔ ناظرین غور فرمائیں کہ اس کے متعلق مَیں کیا کہہ سکتا تھا، بس چپ ہو رہا۔ دل میں اتنا کہا، کہ دنیا کی عمر اتنی کہاں؟ جب طبیب کا پروگرام مریض کی امکانی عمر سے ہی تجاوز کر رہا ہو، تو ایسے طبیب کے متعلق کیا کہا جائے؟ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود" کی مثال سُنی ہوئی تھی۔ لیکن مس پین کے قول کی تو کوئی اور ہی مثال ہونی چاہیئے، کیونکہ اس کی رُو سے نہ صرف مار گزیدہ خود بلکہ اس کے بعد خدا جانے اس کی کتنی نسلیں مردہ ہو جائیں، اور ابھی مِس پین کا تریاق عراق سے نہ پہونچے۔

جس طرز سے آپ مجلس میں گفتگو کرتے تھے اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا تھا۔ کہ مسٹر کرشنا مُورتی کے دل میں کچھ بات ہے، جو کم از کم ان کو اِدھر اُدھر نکل جانے اور بہت سی غیر متعلق باتوں میں گُم ہو جانے سے بچائے رکھتی ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ بات معلوم نہ ہوئی۔ ایک موقعہ پر اتنے متعلق وغیر متعلق سوال آپ پر کئے گئے، کہ مجھے خیال ہؤا، اب شاید یہ خود بھول جائیں گے کہ مَیں کس بات کی طرف مجلس کو لیجا رہا تھا۔ مگر ایسا نہ ہؤا۔ آپ اپنے نقطہ پر بلا غلطی واپس آئے، اور پھر گفتگو وہیں سے شروع کر دی، گو وہ بھی کسی نتیجہ پر نہ پہونچی۔ پس یہ سوال کہ آپ کی تعلیم کیا ہے؟ آپ دنیا کے سامنے کیا نئی چیز پیش کرتے ہیں؟ اور کیا تبدیلی کرنا چاہتے ہیں؟ بغیر جواب کے پڑے ہیں، اور غالباً بغیر جواب کے پڑے رہیں گے۔ ممکن ہے ان کے جواب ان کے دوستوں نے دیئے ہوں۔ لیکن مَیں یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ وہ جواب گول مول نہ ہونگے۔ لاہور میں آخری روز آپ نے اخبار نویسوں سے گفتگو کی، جو اکثر اخباروں میں شایع ہوئی ہے، اس میں آپ نے زیادہ تر ہندوستان کے متعلق اظہار خیال کیا، لیکن اس میں کیا شک ہے کہ جو کچھ کہا وہ بھی گول مول تھا۔ اور اس کا جو حصّہ گول مول نہ تھا، اس میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ آپکو ہندوستان کی سیاسی تحریک کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے کہا کہ مَیں اس کے حق میں ہُوں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا، کہ اس بات کا خیال رہے، کہ ایک دفتری حکومت سے نکل کر ہم دوسری دفتری حکومت کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماتحت نہ آجائیں۔ اس کا کیا مطلب تھا؟ کیا کانگرسی حکومت بھی ایک دفتری حکومت ہے، جس میں رعایا کے حقیقی مفاد کا خیال تسلّی بخش طور پر نہیں ہوتا، اور صرف لفظی تقاضوں اور ضابطہ کا خیال رکھا جاتا ہے؟ اگر کانگرسی حکومت واقعی ایسی ہے، تو کیوں نہ صاف طور پر ایسا کہا گیا، تا کانگرس متنبہ ہوتی۔ اور اگر ایسی نہیں ہے، تو یہ بات کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ کیا یہ بات تو نہ تھی، کہ مسٹر کرشنا مورتی واقعی کانگرس پر معترض ہیں، لیکن انہوں نے صاف طور پر اعتراض کرنے کی جرأت اس لئے نہ کی کہ لوگ کانگرس پر اعتراض سُنکر ناخوش ہوجائیں گے۔ پھر آپ نے یہ کہا کہ ہر غلامی بُری ہے، خواہ وہ سیاسی ہو، یا اقتصادی اور مذہبی۔ یہ بھی ہندوستان کی سیاسی تحریک پر رائے زنی کرتے وقت کہا گیا۔ اور اس کا مطلب بھی سمجھنا محال ہے۔ بہرحال کانگرس ہندوستان کی سیاسی غلامی میں کمی کر رہی ہے۔ اگر وہ پورے طور پر قابل ستائش نہیں، تو کیا وہ کسی اور نوع کی غلامی پیدا کر رہی ہے؟ کیا مسٹر کرشنا مورتی وہی کہنا چاہتے تھے، جو کانگرس پر معترض لوگ کہہ رہے ہیں، کہ اس نے شخصی آزادی پر تبر رکھدیا ہے اور گاندھی جی در پردہ ایک ڈکٹیٹر کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اگر یہی آپ کا مطلب تھا، تو کیوں نہ صاف صاف کہدیا، تا جنکے متعلق یہ بات تھی، ان کو خبر ہوجاتی۔ اور اگر یہ مطلب نہ تھا، تو ایسے اشارہ کنایہ سے کیا فائدہ؟ آپ نے یہ بھی کہا، کہ کسی خاص مقصد کو سامنے رکھنا اصولاً غلط ہے، مقاصد زندگی کی مہم سے ایک بچاؤ کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ اب بتائیے اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ کوئی مستقل مقصد کے خلاف کہے، تو سمجھا جاسکتا ہے، کہ حالات چونکہ بدلتے رہتے ہیں، اس لئے مقاصد بدلتے رہنے چاہئیں۔ اگرچہ اس پر بھی یہ کہا جاسکتا ہے، کہ ہمارا مقصد کسی وقتی یا عارضی چیز کا حصول نہیں، بلکہ ایک مستقل وجود کا منشا پانا ہے، پھر مستقل مقصد کیوں نہ ہو۔ اور مطلق مقصد کے خلاف ہونا تو ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی تہہ میں بھی کسی خاص چیز پر اعتراض کرنا مقصود ہے، جو کھول کر بیان نہیں ہوا۔ کیا لوگوں کو مقصد سے نجات دلانا بجائے خود ایک مقصد نہیں ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی ضمن میں آپ نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان اندھیرے میں ہے اور اس اندھیرے سے نکل کر روشنی میں پہونچنا ممکن نہیں، جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ اندھیرا پیدا کیونکر ہوا بیشک! لیکن آخر یہ بھی تو بتایا جائے کہ اندھیرا پیدا کیونکہ ہوا، اور اب اس اندھیرے سے نکلنے کا کیا راستہ ہے؟ مگر آپ نے ان امور پر کچھ روشنی نہ ڈالی۔

پھر آپ نے ہندوستان کے کلچر کے متعلق بھی طبع آزمائی کی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ہندوستان یورپ کو کچھ سکھا سکتا ہے؟ یہ سوال ایک ہندوستانی کے دل میں گدگدی پیدا کرنیوالا ہے۔ آپ نے اس کا جواب کچھ ضرور دیا۔ آپ نے کہا کہ ہندوستان کے شاہکار ہندوستانی کتابوں میں ہیں، یورپ کو ان کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ہندوستان کی موجودہ عملی زندگی ایسی ہونی چاہیئے، کہ یورپ اس سے متاثر ہو۔ اور یہ ایک معقول بات معلوم ہوتی ہے۔

پھر آپ نے اہنسا پر بھی رائے زنی کی ـــــ لیکن اصولی نہیں، جس سے پتہ لگتا کہ آپ گاندھی جی کے فلسفہ کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں ـــــ آپ نے کہا کہ خود ہندوستان میں کتنی اہنسا ہے؟ کیا جس ملک میں ذات پات کی تمیز ہو، جانوروں کو مارا جانا، اور سرمایہ داری ہو وہ اہنسا کا مؤید کہلا سکتا ہے؟ ذات پات کی تمیز پر معترض ہونا تو معقول ہے، سرمایہ داری پر معترض ہونا بھی ایک بڑی حد تک معقول ہے، لیکن کسی بات پر معترض ہونا اور بات ہے، اور اس کے اصل اسباب بتا کر ان پر معترض ہونا اور بات۔ مگر مسٹر کرشنا مورتی نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے بات وہیں کی وہیں رہی۔ ہاں یہ جانوروں کا مارا جانا کیوں کہا؟ کیا یہ صرف گاؤکشی کے خلاف جذبہ کا اظہار تھا، یا مطلق گوشت خوری کے خلاف؟ اگر تو یہ صرف گاؤکشی کے خلاف اظہار تھا، تو بے شک مسٹر کرشنا مورتی ایک پکے ہندو ہیں، اور ہندو تحریک کے مؤید۔ اور اگر یہ مطلق گوشت خوری کے خلاف اظہار تھا، تو بھی وہ ایک ہندو ہی ثابت ہوتے ہیں، گو دورِ جدید کے ہندو سب کے سب ان کے ساتھ اس امر میں متفق نہیں ہو سکتے۔ ہَیں کسی سے یہ نہ پوچھ سکا، کہ کھانے پینے میں مسٹر کرشنا مورتی کیا پرہیز کرتے ہیں۔ گمان یہی ہے، کہ وہ عام ہندوؤانہ پرہیزوں پر عمل کرتے ہونگے، ورنہ ہندو میزبان انکو ہر جگہ کیسے مل سکتے ہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بوجھ ڈالو، وہ اپنی جگہ میں قائم رہتا ہے۔ اور ہر قسم کے اعتراضوں اور جرح کو برداشت کر لیتا ہے۔

سوئم۔ تیسرے معنے جڑ کی مضبوطی کے یہ ہوتے ہیں، کہ وہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں ہے۔ ان معنوں کی رُو سے کلمۂ طیّبہ کی ایک یہ علامت ہے، کہ اس کے اصول ایسے پختہ ہوتے ہیں، کہ وُہ زمانہ کے اختلاف سے بدلتے نہیں ہیں۔ زمانہ بے شک تبدیل ہو، مگر اس کی تعلیم نہیں بدلتی، اور اپنی جگہ میں مضبوطی سے قائم رہتی ہے۔ جب بھی کسی کلام کو بدلنے کی ضرورت محسوس ہو، تو سمجھ لو کہ اب وہ کلام خدا تعالےٰ کا تازہ کلام نہیں رہا، بلکہ وُہ ایک سوکھا ہُوا درخت ہے، جس کی جڑیں اُکھڑ گئی ہیں۔

چہارم۔ چوتھے معنے جڑ کی مضبوطی کے یہ ہوتے ہیں، کہ درخت لمبی عمر والا ہے۔ کیونکہ جن درختوں کی جڑیں گہری زمین میں جاتی ہیں، وہ لمبی عمر پاتے ہیں۔ اور کلامِ الٰہی کی بھی یہ علامت ہے، کہ وہ لمبی عمر والا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ آج نازل ہُوا، اور کل منسُوخ ہو گیا۔ یہاں کلام الٰہی سے مراد کلام الٰہی کا اصولی حصّہ ہے۔ ورنہ یہ ہوسکتا ہے، کہ بعض جزوی امور ابتلاء اور آزمائش کی غرض سے بدل دیئے جائیں۔ مگر یہ امور کبھی بھی اصولی تعلیم میں سے نہیں ہوتے۔ اصولی تعلیم کبھی جلد نہیں بدلتی۔ مثلاً توراۃ کہ گو قرآن کریم نے اسے منسُوخ کیا، لیکن یہ دو ہزار سال کے بعد ہُوا، درمیانی عرصہ میں نبی آتے رہے، مگر ان کی بعثت کی غرض تورات کو منسوخ کرنا نہ تھی۔

پنجم۔ پانچویں معنے جڑ کی مضبوطی کے یہ ہوتے ہیں، کہ درخت اچھی مٹّی میں اُگا ہوا ہے، اور وہ پرورش پاکر بڑھ رہا اور ترقی کر رہا ہے۔ اور کلامِ الٰہی کی بھی ایک یہ علامت ہے، کہ اسے ماننے والی اور اس پر عمل کرنیوالی ایک جماعت ہوجاتی ہے، جن میں پرورش پاکر وہ بڑھتا اور ترقی کرتا ہے۔ کیونکہ جس طرح درخت زمین میں اپنی جڑیں پکڑتے ہیں، اسی طرح کلامِ الٰہی مومنوں کے دلوں اور اعمال میں جڑیں پکڑتا ہے۔ اگر اس پر عمل کرنے والی کوئی جماعت نہ ہو، تو اس کے آثار اور نتائج ظاہر نہیں ہوسکتے۔ پس مومنوں کی جماعت کلامِ الٰہی کے لئے بمنزلہ زمین ہوتی ہے۔ اور اَصْلُهَا ثَابِتٌ کے یہ معنے ہیں، کہ وہ ایمان لانیوالوں کے قلوب پر ایک گہرا اثر ڈالتا ہے، اور ان کے اندر مضبوطی کے ساتھ جڑیں پکڑ لیتا ہے۔ یعنی وہ اس پر عمل کرتے ہیں، اور اس کے کمالات کو ظاہر کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ تو آپ کی گول مول باتیں تھیں، کچھ صاف اور سیدھی باتیں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی، کہ وہ اکیلے ہندوستان کے مسئلہ میں دلچسپی نہیں رکھتے، اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان دنیا کا ایک حصّہ ہے، اور دنیا ایک ہے، اس لئے ہر مسئلہ تمام دنیا کے لئے ہے، اس سے آپ کا یہ مقصد تھا، کہ آپ ہر مسئلہ کو انسانی نظر سے دیکھتے ہیں، نہ کہ کسی ملکی یا نسلی سے۔ یہ ایک صاف اور سیدھی بات ہے، لیکن کیا یہ نئی ہے؟ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پیشتر سے ہر تعلیم کی بنیاد انسانیت پر رکھی ہے، اور اس وقت سے ایسا کر چھوڑا ہے، جبکہ انسانی یکجہتی کے وہ آثار ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے، جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ اب تو ہر شخص جو اٹھتا ہے، کہہ دیتا ہے، کہ ہماری سب سکیموں کی بنیاد انسانیت پر ہونی چاہیئے (گو اس کے لئے عملی قدم کم ہی اٹھاتے ہوں لیکن کہتے تو سب ہیں) پھر اس میں مسٹر کرشنا مورتی نے کونسی جدّت پیدا کی؟ اسلام نے تو یہ چودہ سو برس پہلے کہا، اور پھر کر بھی دکھایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

آپ نے ایک موقعہ پر یہ بھی کہا، کہ آپ دُنیا میں ایک اصولی انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن جس طرح آپ اپنی دیگر مجالس سے بغیر کسی معین بات کے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے، اسی طرح اس انٹرویو میں بھی اس اصولی انقلاب کے متعلق آپ نے یہ نہ بتایا، کہ وہ ہے کیا؟ اور اس کا پہلا قدم کیا ہے، اور دوسرا کیا، اور تیسرا کیا؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی غیر معین تعلیم اور ایسی بے نتیجہ بات کے لئے لوگوں میں شوق کیوں ہے؟ اور اس کا چرچا اتنا بھی کیوں ہے، جتنا ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب کچھ مشکل نہیں ہے۔ دراصل انسانی فطرت میں کئی جزئیات ہیں، اور ہر چیز جو ذرا کوشش اور شوق سے پیش کی جائے، ایک حد تک کچھ قبولیت اور دلچسپی ضرور حاصل کرتی ہے، گو بڑے پیمانہ پر قبولیت اور پائیدار دلچسپی ہمیشہ خاص باتوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ پس وقتی اور جزئی قبولیت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے، کہ یہ کوئی بڑی چیز ہے۔ اور مسٹر کرشنا مورتی کے پیچھے تو تھیوسافی کی ہسٹری ہے۔ اور ہندوستان میں کم از کم ہندوؤں کو اس جدید بیداری کے دَور میں یہ خیال بھی ہوتا ہے، کہ ہمارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہاں کے استاد باہر بھی سُنے، اور مانے جاتے ہیں۔ پھر اچھی انگریزی بولنا بھی ایک باعث دلچسپی کا ہوتا ہے، اور فلسفیانہ گفتگو بھی ایک حد تک موجب کشش ہوتی ہے، خواہ وہ مثبت پہلو نہ رکھتی ہو، اور زیادہ تر منفی یا دوسرے خیالوں پر اعتراض کا رنگ ہی رکھتی ہو۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو ساری عمر کتابیں ہی پڑھتے رہتے ہیں، اور گفتگوئیں کرتے یا سُنتے رہتے ہیں، اور سمجھتے ہیں، کہ ابھی حق کی تلاش ہے، یہاں تک کہ کوچ کا وقت آجاتا ہے۔ ایسے لوگ بھی مشغلہ اور اپنی طبیعت کی لاچاری کے باعث ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں بھی مسٹر کرشنا مورتی کی مشن کی تہہ کو نہیں پہونچتیں۔

ایک بات اور ہے، جو ان کے متعلق ہندوؤں کے شوق کو ہماری سمجھ کے بالکل قریب لے آتی ہے، اور وہ ان کا منظّم مذہب پر مستقل اعتراض کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں، منظّم مذہب، تعصّب اندھیرا، اور زندگی کی مہم سے بچاؤ کا خیال پیدا کرتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں، موجودہ حالات میں یہی ایک بات ہے، جو کم از کم ہندوستان میں ان کی قبولیت کا باعث ہے، اور باہر بھی ایک حد تک ان کو مقبول بناتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مدّت سے ہندوستان میں ہندو مذہب اور اسلام کا مقابلہ ہے۔ لیکن اسلامی تبلیغ اسلام کی اشاعت کو بڑھاتی چلی گئی ہے۔ موجودہ دَور میں ہندوؤں نے تبلیغ بھی اختیار کی، لیکن اسلامی اشاعت پھر بھی نہ رُکی۔ اور اب بالکل حال کے دَور میں ہندوؤں کے لئے یہ ایک نازک مسئلہ بن گیا ہے، کہ آئندہ ہندوستان کا مذہب کیا ہوگا؟ اگر ہندوؤں کے مقاصد خالص سیاسی ہوں، یعنی وہ صرف ہندوستان کی ملکی و اقتصادی آزادی چاہتے ہوں، اور اس بات سے ان کو سروکار نہ ہو کہ ہندوستان ہندو بنتا ہے، یا مسلمان، تو بات آسان تھی۔ لیکن سیاسی آزادی کے ساتھ وہ یہ بھی قدرتی طور پر چاہتے ہیں، بلکہ بعض تو برملا کہتے ہیں، کہ ہندوستان کا مذہب اور تمدّن ہندو ہو۔ اب اس بات میں کیا روک ہے؟ ایک حد تک عیسوی اور بہت بڑی حد تک اسلامی تبلیغ۔ اگر تبلیغ کو روکا نہ جائے، اور یوں عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کیا جائے، تو یہ مشکل ہے۔ کیونکہ ہندوستانی تمدّن کی کوئی ایسی بات نہیں، جس کو عام طور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر قابلِ اصلاح نہ سمجھا گیا ہو، اور جو پہلے سے اصلاح یافتہ شکل میں اسلامی تعلیم میں موجود نہ ہو۔ ذات کی تمیز بُری ہے۔ یہ ہندوستان میں موجود ہے، لیکن اسلام کی تعلیم اور اس کا عمل اس کے خلاف ہے۔ چھوت چھات بھی بُری ہے، اور یہ بھی ہندوستان میں موجود ہے، لیکن اسلام کی تعلیم اور اس کا عمل اس کے خلاف ہے۔ پھر شادی بیوگان کو روکنا بھی بُرا ہے اور یہ بھی ہندوستان میں موجود ہے، مگر اسلام پہلے سے اس کا مخالف اور عملاً شادی بیوگان کے حق میں ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری بھی بُری ہے، اور ہندوستان میں امیر و غریب میں فرق اپنی شدید ترین صورت میں موجود ہے، لیکن اسلام نے سود منع کر کے، زکوٰۃ کا حکم دیکر، اور وراثت کا قانون بنا کر سرمایہ داری کا قلع قمع کیا، اور فرد کے اعزاز اور مقام کو مٹانے کے بغیر انفرادیّت کی وحشت سے سوسائٹی کو محفوظ کر لیا۔ پھر صغر سنی کی شادی بھی بُری ہے، اور یہ بھی ہندوستان میں موجود ہے لیکن اسلام نے عملاً اس کے متعلق بھی نمونہ پیش کیا ہے، اور ہندوستان میں رہنے کے باوجود بڑی حد تک اس تمدّنی بُرائی سے مسلمان محفوظ ہیں۔

تمدّن کو چھوڑ کر تعلیم کو لیجئے، آج ہر طرف سے "توحید توحید" کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہندوستان کی مخصوص تعلیم میں یہ موجود نہیں ہے، لیکن اسلام توحید کا علمبردار ہے۔ پھر ریفارمروں اور مصلحین کا مسئلہ ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ ساری قوموں میں خدا کے مصلح آئے، اور اب اس زمانہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت کرشن جی اور رامچندر کی نبوّت کو بھی قرآن مجید کی تعلیم کی روشنی میں منوایا ہے۔ مگر ہندوستانی سوائے ہندوستانی رہنماؤں کے کسی کو نہیں جانتے۔

اب اہل انصاف غور فرمائیں، یہ سب باتیں ہوتے ہوئے ہندو تعلیم یا ہندو تمدّن اس کا مقابلہ کیسے کرے؟ اس لئے ہندو دماغ اسلام کا (اور ایک حد تک عیسائیت کا بھی) مقابلہ کرنے کے لئے ایک نئے فلسفہ کی ایجاد میں مصروف ہے۔ اور وہ فلسفہ یہ ہے، کہ تبلیغ بُری چیز ہے، منظّم مذہب مذہب کی رُوح پر مہر رکھتا ہے، مقررہ عبادات، عبادت کو جڑ سے کاٹتے ہیں، امام و مقتدی کا سلسلہ روحانی ترقی میں سدِّ راہ ہے، اور مقررہ عقیدے انسان کے ذہنی نشو و نما کے لئے روک ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ سارا فلسفہ زمانہ کی خدا فراموشی پر پرورش پاتا ہے، مگر چونکہ ہندو مذہب اور ہندو تمدن کو اسلام سے محفوظ کرنے والا ہے، اس لئے اکثر نامور اور مفکر ہندو اسی فلسفہ کے مؤید ہیں، گاندھی جی، رابندر ناتھ ٹیگور وغیرہ سب یہی کہتے ہیں، با ہر یونیورسٹیوں میں نوجوان ہندو اسی فلسفہ کے ہم آہنگ ہیں۔

پس جب مسٹر کرشنا مورتی منظّم مذہب کے خلاف زبان کھولتے ہیں، تو ہر ہندو خوش ہوتا ہے۔ اور یہی ان کی قبولیت کی بڑی وجہ ہے۔ اس پر عقلاً یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر کوئی منظّم مذہب پر اعتراض کرتا ہے، تو وہ منظّم سیاست، منظّم تعلیم کو اعتراض سے کیسے بچا سکتا ہے؟ یہ سوال فی الحقیقت بہت زبردست ہے، اور کوئی شخص جو منظّم مذہب کے خلاف ہے، اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ ہاں مسٹر کرشنا مورتی اس سوال سے یوں بچ جاتے ہیں، کہ وہ ہر منظّم چیز کے خلاف ہیں۔ لیکن یاد رہے، کہ وہ بھی زبانِ اعتراض زیادہ تر منظّم مذہب کے خلاف کھولتے ہیں، اور دوسری منظّم چیزوں پر ان کا اعتراض دبی زبان میں ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تہذیب انسانی کی تعمیر میں مُسلمانوں کا حصّہ

(از جناب "سالم عربی" ایم۔ اے)

دُنیا مانے یا نہ مانے، لیکن اس حقیقت سے بڑھکر کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں۔ کہ نبی عرب صلے اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن تھے۔ بے شک انسانیت کی عمارت کی بنیاد حضرت آدم علیہ السّلام کے ہاتھوں پڑی۔ اور اللہ تعالےٰ کے انبیاء، اولیاء، صلحاء اپنے اپنے وقتوں میں اس عمارت کو بناتے رہے۔ لیکن تکمیل اس عمارت کی بانیٔ اسلام علیہ السلام کے وقت میں اور آپ کے ہاتھ سے ہوئی۔ آپ کے لائے ہوئے علوم کے ذریعہ انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہُوا۔ اس کو اپنی انسانیت کا علم ہُوا۔ اس کو اپنے قیام کی رفعت کا پتہ چلا۔ آپؐ کے ذریعہ انسان پر یہ راز کھلا۔ کہ وہ خدائے تعالےٰ کی مخلوق کا سردار ہے، وہ اپنے رب کا دنیا میں نمائندہ ہے۔ اس کی صفات کا مظہر کامل ہے۔ ساری کائنات اس کی خادم اور اسی کے لئے بنائی گئی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، سمندر، دریا، پہاڑ، پرندے، درندے، تمام جاندار اور بے جان چیزیں اس کے لئے اور صرف اس کے مصرف، اس کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یہانتک کہ آسمانوں کے مکین ــــ خدا کے پاک فرشتے بھی اس کی خدمت کے لئے مامور ہیں۔ انسان کی رفعت شان کے متعلق یہ تخیل اور تصوّر محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی دُنیا کو حاصل ہُوا۔ اور اس تصوّر نے دُنیا کے نقشے کو ہی بدل ڈالا۔ دُنیا ابھی تک اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہی ہے، کہ ایک غیر مہذّب، غیر متمدّن اور دنیا سے بالکل الگ تھلگ پڑی ہوئی قوم کو ہُوا کیا؟ کہ ایک ایسے انسان کی تربیت کے ذریعہ جس نے خود دُنیا کے کسی مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی تھی، اور جو علومِ مرّوجہ سے قطعًا بے بہرہ تھا وہ چند سالوں میں ساری معلوم دنیا پر چھا گئی۔ اور چھا کر اس نے ایک نئے نظام، نئے تمدّن، نئی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق نئے نئے علوم دنیا کو عطا کئے۔ وہ جو خود جاہل مطلق تھے، دُنیا کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

استاد بن گئے۔ دنیا کا کونسا علم ہے جس پر مسلمانوں کا نقش ثبت نہیں ہے؟ اور کونسی تہذیب اور تمدّن ہے جو ان کا مرہونِ احسان نہیں؟ مسلمانوں کے ذریعہ پُرانے اور مروجہ علوم کی ترقی اور نئے علوم کی بنیاد کا سبب یہی نیا تخیل تھا، جو اسلام نے دُنیا کو دیا، کہ وہ سرورِ کائنات ہے، وہ اشرف المخلوقات ہے، اور دنیا کی ساری چیزیں اس کے فائدے اور اس کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی تخیل کے زیر اثر مسلمانوں نے ہر چیز کو دیکھا، پرکھا اور اس کو اپنی خدمت کے لئے مجبور کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اُن نئے علوم کی بنیاد پڑی، جن سے دُنیا پہلے بالکل بے خبر تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسانی شان کی عظمت و بلندی کے متعلق یہ اسلامی تخیل دُنیا کی سب سے بڑی "دریافت" (Discovery) ہے۔ اس نے نہ صرف انسان کے نکتہ نظر کو اپنے متعلق بدل دیا۔ بلکہ اس کے بعد اس نے ہر چیز پر ایک بدلی ہوئی نگاہ ڈالی اور کائنات کو اس نے ایک نئے رنگ میں دیکھا پس دُنیا کے علوم کی ساری ترقی صرف اس ایک تخیل کی مرہُونِ منّت ہے، جو ایک فرزندِ صحرا نے اس کو دیا۔ اس تخیل نے پہلے اس کے متبعین کو متاثر کیا، اور ان کے ذریعہ دُنیا نے اس کے نقش کو قبول کیا۔ مسٹر رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اپنی مشہور کتاب The Making of Humanity (تعمیر انسانیت) میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے کہ دُنیا میں مختلف علوم کی بنیاد کس طرح پڑی اور کس طرح سے ان کی ترقی ہوئی، رقمطراز ہیں:۔

"یورپ کی تہذیب اور تمدّن کا احیاء پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے عربوں اور مسلمانوں کے زیر اثر ہوا۔ اٹلی نہیں، بلکہ سپین یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ تھا۔ یورپ اخلاقی اور تمدّنی پستی اور بربریت کی گہرائیوں میں تدریجاً گرتے گرتے جہالت اور ذلّت کی عمیق ترین تاریکیوں میں مبتلاء تھا، جب اسلامی دُنیا کے بڑے بڑے شہر — بغداد۔ قاہرہ۔ طلیطلہ۔ قرطبہ — علوم، تہذیب، تمدّن کے ترقی پذیر مرکز تھے۔ انہی مرکزوں میں وہ زندگی کی رُوح پیدا ہوئی جس نے بعد میں انسانی ارتقا کی ایک نئی شکل اختیار کی۔ اس وقت سے ہی جب اسلامی تہذیب کا اثر محسوس ہونا شروع ہوا، دُنیا میں ایک نئی زندگی کی رَو پیدا ہونا شروع ہوئی۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا، کہ" علم کو حاصل کرو خواہ تمہیں اس کی تلاش میں چین تک پا پیادہ جانا پڑے،، آپ نے فرمایا۔ کہ" وہ شخص جو علم کی تلاش میں اپنے گھر بار کو چھوڑتا ہے اس کا ہر قدم اس کو خدا کے نزدیک کرتا ہے" کہنے کو تو یہ دو معمولی فقرے تھے۔ لیکن عربوں کے لئے یہ آسمانی وحی کا حکم رکھتے تھے۔ وہ اپنے نبی کی محبت میں کچھ ایسے گداز تھے، کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے ارشاد کی تعمیل کرنا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے بلکہ اسی تعمیل ارشاد میں ہی اپنی زندگی سمجھتے تھے۔ ذرا ان دو فقروں کو ملاؤ کہ تمام کائنات انسان کی خادم ہے، اور یہ کہ جو شخص علم کی خاطر اپنے گھر سے نکلتا ہے، اس کا ہر قدم اس کو خدا کے نزدیک کرتا ہے۔ پھر خیال کرو، کہ عربوں نے علم کی ترقی کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ یہ انہی اقوال و ارشادات کا اثر تھا۔ کہ باوجود اسکے کہ اسلام کا آغاز تلواروں کے سائے کے نیچے ہؤا، اور مسلمانوں نے اپنی زندگی جہاں رانی و جہاں بانی سے شروع کی، لیکن اس بے پناہ مصروفیت کے اندر بھی جب وہ بیک وقت دُنیا کے ہر کونے میں حق و صداقت کی جنگ لڑ رہے تھے، وہ علم کی خدمت سے غافل نہ ہوئے۔ اس وقت بھی اسلام کے دارالسلطنت مدینہ میں علمی اور ادبی مشاغل جاری تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عبّاسؓ شاعری، گرائمر، تاریخ اور ریاضی پر عام لیکچر دیتے تھے۔ اور فنِ خطابت، قرأت و انشاد پر بحثیں ہوتی تھیں اور تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ اسلام کے عروج کے بالکل ابتدائی سالوں میں جب فلسفہ اور طب کی وہ مشہور درسگاہیں جو نسطوریوں (Nestorians) نے ایڈیسا (Edessa) اور نصیبین میں قائم کی ہوئی تھیں، اور برسوں سے جاری تھیں، اُجڑیں تو ان کے فلاسفر، مشاہیر علماء اور طلباء تلاش معاش میں مدینہ چلے گئے۔ اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین کے مدینہ میں اتنے بڑے اجتماع نے جس کا سبب اسلامی فتوحات تھیں، اور اس دولت نے جو مدینہ میں کھچی آرہی تھی، لازمی طور پر سائنس اور ادب کے حصُول کے شوق کو مسلمانوں میں پیدا کیا۔

جب بنی اُمیّہ کے وقت میں مدینہ کی ساری ظاہری شوکت دمشق میں منتقل ہوئی، تو ان فلاسفروں، ریاضی دانوں، فنِ خطابت، طب اور قرأت کے ماہروں کا کثیر حصّہ مدینہ سے دمشق چلا گیا۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہاں پہلے سے بھی زیادہ شوق و انہماک سے علمی مشاغل کا سلسلہ شروع ہوا۔ خلفائے بنوامیّہ علم وادب کے بہت بڑے سرپرست تھے۔ ان کی سرپرستی میں دمشق صرف حکومت و شوکت کا نہیں بلکہ علم کا مرکز بھی بن گیا۔ گرائمر، علم اللسان، یونانی فلسفہ اور دیگر علوم یعنے تاریخ، ریاضی، اخلاقیات، طبیعیات، علم الاقتصاد، سیاسیات وغیرہ پھلنے اور پھولنے شروع ہوئے۔ اور ارسطو، جالینوس اور بطلیموس کی تصنیفات کے تراجم کئے گئے، اور شہرہ آفاق خالد بن یزید نے علم کیمیا پر رسالے لکھے۔

باوجود اس شوق کے جو مسلمانوں نے حصول علم میں ظاہر کیا، اسلام کی پہلی صدی زیادہ تر ملکی فتوحات میں ہی گذری۔ جب انہوں نے اس قلیل عرصہ میں معلوم دُنیا کا بہت سا حصہ فتح کرلیا، تو وہ حقیقی جوش اور پوری توجہ کیساتھ علم کے میدان میں کودے۔ مسلمانوں کی حقیقی علمی خدمت کا آغاز دوسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے، جب فتوحات ملکی سے فارغ ہو کر انہوں نے بڑے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کی اور متمدّن زندگی کی بنیاد ڈالی۔ دریائے فرات کی زرخیز و سرسبز وادی زمن اولیٰ میں بھی صدیوں تک علم اور حکومت کا مرکز رہ چکی تھی۔ اسی مردم خیز خطہ زمین میں بابل، ٹیسیفون (Ctesiphon) اور سیلوشیا (Seleucia) جیسے متمدن شہر علم اور تہذیب کی روشنی سے مدتوں دُنیا کو منور کرتے رہے۔ اسی خطۂ زمین میں دریائے دجلہ کے کنارے پر بنوعباس نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی، جو صدیوں تک نہ صرف اسلام کا دارالسلطنت تھا، بلکہ علوم و فنون کا مرکز بھی تھا۔ بنوعباس کے وقت میں مسلمان ساری معلوم دُنیا کو فتح کر کے فتوحاتِ ملکی سے سیر ہو کر علم کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ خلفائے بنوعباس ہارون رشید، مامون الرشید وغیرہ خود بہت بڑے علم دوست اور عالموں کے قدردان تھے۔ جہاں بنوامیّہ کا عہد فتوحاتِ ملکی کا عہد کہلاتا ہے، بنوعباس کا عہد علم و تہذیب کی اشاعت کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عباسی خلفاء کی علمی سرپرستی کا ذکر کرتے ہوئے ولیم میور اپنی کتاب "خلافت" میں لکھتا ہے۔ "اس شہر (بغداد) میں دُنیا کے دُور دراز حصّوں سے عُلماء، فضلاء اور حکماء جمع ہوئے، اور اسی شہر میں خطابت، شاعری، تاریخ، قانون، سائنس، طب، موسیقی اور صنعت و حرفت کو عباسی خلفاء نے اپنی شاہانہ سرپرستی بخشی۔" اسی شہر میں قرآن کریم کے ساتھ ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قدیم فلاسفروں، ریاضی اور سائنس دانوں ــــ جالینوس، ارسطو، افلاطون، اقلیدس، بطلیموس وغیرہ ــــ کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ ہو کر ان کے تراجم شائع کئے گئے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا، جب یورپ ــــ موجودہ علوم و تہذیب کا واحد ٹھیکیدار ــــ جہالت اور بربریت کی تاریکی میں مبتلا تھا۔ اور عیسائیت کا سارا زور فلاسفی اور سائنس کی بیخ کنی کرنے پر خرچ ہو رہا تھا۔ خدا کی قدرت عباسیوں کے وقت میں مسلمانوں نے جو علم کی خدمت کی اس میں قدرتی حالات کی مساعدت و سازگاری بھی ان کے شامل حال تھی۔

ایک طرف اگر قرآنی تعلیم نے ان کی غیر معمولی فطری استعدادوں اور اختراعی قابلیتوں کو جلا دیا تھا، تو دوسری طرف ان کی مرکزی حیثیت (عرب دُنیا کے قلب میں واقع ہے) نے ان کی بہت مدد کی۔ یونان، روم اور ایران کے علوم کے بے بہا خزائن کے اب وہ واحد مالک تھے۔ یہ ملک اور دنیا کے دوسرے ممالک چین و ہندوستان اب علمی لحاظ سے موت کی نیند سو رہے تھے۔ ان حالات نے مل کر مسلمانوں کو علمی میدان میں بھی دنیا کی سرداری عطا کی، اور انہوں نے اس سرداری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ مشرق میں بغداد اور مغرب میں قرطبہ نے دُنیا کے کناروں تک علم کی روشنی کو پہونچایا۔ عباسیوں کے وقت میں اور ان کی سرپرستی میں اتنے ادیب، فلاسفر، سائنس اور ریاضی دان، شاعر اور خطیب اور ہر علم کے ماہر پیدا ہوئے، کہ محض ان کے نام لکھ دینے کے لئے ایک کتاب چاہیئے۔ مثلاً اور احمد بن محمد نہوندی عربوں میں سب سے پُرانے علم ہیئت کے ماہر خلیفہ منصور کے دربار کی زینت تھے۔ احمد نے اپنے ذاتی مشاہدات سے ایک فلکی نقشہ ــ "المستعمل" ــ تیار کیا۔ جو اس علم کے متعلق یونانی اور ہندوستانی نظریوں سے کہیں زیادہ حقیقت کے قریب تھا۔ بطلیموس کی "المجسطی" (فلکیات پر مشہور کتاب) خلیفہ منصور کے وقت میں اور اس کے زیر ہدایت ترجمہ کی گئی۔ اور "ثابت شدہ نقشے" سند ابن علی، یحییٰ ابن ابی منصور اور خالد بن عبدالمالک جیسے فلکیات کے ماہرین کے ہاتھوں تیار ہوئے اعتدالین (Equinoxes) کسوف و خسوف (Eclipses) اور مدار تاروں کے حرکات اور دیگر سماوی مظاہرات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق ان کے مشاہدات نہایت قیمتی تھے، اور فلکیات کے متعلق انسانی علم میں انہوں نے بہت بڑا اضافہ کیا۔ الکندی اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہو گذرا ہے۔ اس نے دو سو سے زیادہ کتابیں مختلف علوم کے متعلق لکھیں۔ حساب، جیومیٹری، فلسفہ، طب، علم کائنات الجوّ (Meteorology) اور بصریات (Optics) ان میں سے چند ہیں۔

ابومعشر نے تو اپنی ساری توجہ سماوی مظاہرات کے مطالعہ کے لئے وقف کر دی۔ اور اس کی مشہور تصنیف "زج ابی معشر" علم ہیئت پر ایک مستند کتاب ہے اور اس علم کے متعلق معلومات کا بے بہا خزانہ۔ اسی طرح موسیٰ ابن شاکر نے سورج اور دوسرے اجرامِ سماوی کی حرکات کے متعلق اپنی تصنیفات میں اتنا مصالحہ جمع کر دیا کہ یورپ آج تک بھی اس سے زیادہ اس علم کے متعلق کچھ تیلا نہیں سکا۔ ابوالحسن نے دُوربین کو ایجاد کیا۔ البیطانی ماہرین علم ہیئت کی صفِ اوّل میں شمار ہوتا ہے، اور اس کو "مسلمانوں کا بطلیموس" کہا جاتا ہے۔ اس کے "فلکی نقشے" جنکا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا، کئی صدیوں تک یورپ میں اس علم کے متعلق بنیاد کا کام دیتے رہے۔ علم ریاضی کے ماہرین میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

یہ تو وہ چند مشاہیر ہیں جو عباسی خلفاء کی علمی مجلسوں کو اپنے علم کے نور کی کرنوں سے منوّر کرتے رہے۔ لیکن علم کی سرپرستی عباسی خلفاء تک ہی محدود نہ تھی۔ مصر کے فاطمی خلفاء بھی علم کے بہت بڑے قدردان تھے، اور اس کی اشاعت میں بے دریغ روپیہ خرچ کرتے تھے، انہی خلفاء کے وقت میں مصر نے بہت نامور ماہرین علمِ ہیئت وطبعیات اور ریاضی دان پیدا کئے۔ قاہرہ اس وقت دُنیا میں علم کا بہت بڑا مرکز تھا۔ ابن یونس جو خلیفہ عزیز باللہ کے وقت میں ہو گذرا ہے، اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ شاقول (Pendulum) اور اس کے حرکات کے ذریعہ وقت کی پیمائش کرنے کا موجد تھا۔ اس کی تصنیف "زجّ الاکبر الحکیمی" ایک مشہور کتاب ہے۔ ایرانیوں، یونانیوں، منگولوں اور چینیوں نے اس کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا۔ ابن یونس کے انکشافات (Discoveries)، کو البندی اور الحسن نے جاری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ششم۔ چھٹے معنے اس کے یہ ہیں، کہ جس طرح درخت کی غذا کا منبع ایک ہی ہوتا ہے، اسی طرح کلام الٰہی کا منبع بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ اپنی غذا حیوانوں کی طرح مختلف جگہوں سے نہیں لیتا، بلکہ درخت کی طرح ایک جگہ یعنی اللہ تعالےٰ سے لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسانی کلام اور تعلیمات مختلف جگہوں سے خوشہ چینی کرتی ہیں ۔۔۔ کچھ رسم و رواج سے لیا، کچھ فلسفہ اور طبعیات سے، اور کچھ رائج الوقت اصول سے ۔۔۔ اور اسی وجہ سے ان تعلیمات میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے الٰہی کلام ایک ہی منبع سے نکلا ہوا ہوتا ہے، اور اس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ یعنی وہ ہر معاملہ پر سیر کن بحث کرتا ہے۔ مگر سب تعلیمات ایک ہی اصل کے ماتحت ہوتی ہیں، اور ان میں اختلاف نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ الٰہی کلام انسانی امداد کا محتاج نہیں ہوتا سو غذا یعنی اپنی زندگی کا سامان جس سے مراد دلائل و براہین ہیں، اپنی جڑ یعنی اللہ تعالےٰ سے ہی لیتا ہے جہاں سے وہ آیا ہے۔

تیسری علامت یہ بتلائی ہے، کہ اس کی شاخیں آسمان میں ہوتی ہیں۔ اور اس میں حسب ذیل اُمور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:۔

۱۔ اس پر عمل کر کے انسان خدا تعالےٰ تک پہونچ سکتا ہے۔ کیونکہ جس درخت کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں، اس پر جو شخص چڑھے گا وہ لازماً آسمان تک پہونچ جائیگا۔ اور یہ استعارۃً الہامی کتب میں اللہ تعالےٰ کے قُرب کا مقام قرار دیا گیا۔

۲۔ وہ تفصیلاتِ شریعت کو مکمل طور پر بیان کرے۔ کیونکہ آسمان میں شاخوں کے پھیلنے سے شاخوں کی بہتات اور کثرت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ پس کلامِ الٰہی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ماننا پڑے گا۔ کہ اس میں یہ شرط پائی جانی چاہیئے، کہ وہ انواع و اقسام کی ضروریات کو پُورا کرتا ہو، اور خوب پھیلا ہوا ہو۔

۳۔ اس کی تعلیم اعلےٰ اخلاق پر مبنی ہو۔ کیونکہ اُونچی شاخوں سے مراد ایک یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ اُس کی تعلیم ادنیٰ اخلاق اور ادنیٰ امور پر مشتمل نہ ہو۔ بلکہ اعلیٰ مقاصد اور اعلیٰ اخلاق پر مشتمل ہو۔

۴۔ ہر فطرت کے آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ جس درخت کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی ہوں، اس کے سایہ کے نیچے بہت سے آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ پس اس میں کلامِ الٰہی کی اس صفت کی طرف بھی اشارہ کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھا۔ موخر الذکر "فضائی انعطاف" (Atmospheric Refraction) کی دریافت کے سبب مشہور ہے۔ وہ ایک بہت بڑا منجم اور بصریات کا ماہر اور عینک ساز تھا۔ اس نے بصارت کے متعلق یونانیوں کے نظریئے کی غلطی کو دُور کیا۔ اور وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ ثابت کیا کہ روشنی کی شعاعیں بیرونی اشیاء سے آنکھ پر پڑتی ہیں، اور آنکھ سے نکلکر بیرونی اشیاء پر نہیں جاتیں جیسا کہ غلطی سے سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ثابت کیا کہ نظر کا مرکز آنکھ کا پردہ (Retina) ہے۔ اور اس نے یہ بھی ثابت کیا، کہ جو نقوش اس پر بنتے ہیں وہ چشمی اعصاب کے ذریعہ دماغ تک پہونچتے ہیں۔

علم کی سرپرستی خلفائے عباسیہ اور مصر کے فاطمی خلفاء پر ہی ختم نہ ہوگئی۔ اس بارہ میں یورپ ہسپانیہ کا بھی بہت کچھ مرہونِ منت ہے۔ غرناطہ، سیول (Seville) اور طلیطلہ علم کے مشہور مرکز تھے۔ قرطبہ ــــ دُنیا کی شان و شوکت کا روشن ترین ہیرا ــــ یورپین تہذیب کا گہوارہ تھا۔ یورپ کے ہر کونے سے طالب علم قرطبہ کے مشہور علماء کے سامنے زانوئے تعلم و تلمذ تہہ کرنے آتے تھے۔ طب، علمِ ہیئت، جغرافیہ، کیمسٹری، تاریخ طبیعی، غرضیکہ علم کی ہر شاخ کے متعلق قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ انیسویں صدی کا مشہور یورپین مصنّف رینان (Renan) لکھتا ہے:۔

"سائنس اور ادب کے متعلق دلچسپی نے دُنیا کے اس مایۂ ناز خطّہ میں دسویں صدی میں رواداری کی ایسی رُوح پیدا کردی تھی، جس کی مثال موجودہ زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ عیسائی، یہودی، مسلمان سب ہی ایک زبان بولتے تھے، ایک قسم کے گیت گاتے تھے، اور ایک ہی جگہ بیٹھکر ادب اور سائنس کے متعلق درس لیتے تھے۔ تمام وہ رکاوٹیں جنہوں نے مختلف قوموں کو ایک دوسرے سے جُدا کر رکھا تھا، بالکل مٹا دی گئی تھیں۔ ایک مشترکہ تہذیب و تمدّن کی ترقی کے لئے سب مل کر کام کرتے تھے۔ قرطبہ کی مسجدیں سائنس، فلسفہ، ادب کی تدریس و تعلیم کے بہت بڑے مرکز تھیں۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah
یورپ میں پہلی رصدگاہ (Observatory) عربوں نے ہی بنائی۔ سیویل کا مشہور مینار مشہور ریاضی دان جابر بن عافیہ کی زیرِ نگرانی ۱۱۹۰ عیسوی میں سماوی مظاہر کے مشاہدہ کے لئے بنا تھا۔ جب مسلمان سپین سے نکالے گئے، تو چونکہ ہسپانوی لوگ اس کے استعمال کو نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے اس کو بطور گرجے کے گھنٹہ گھر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ابن خلدون، ابن طارق، مسلمہ المغربی اور شہرہ آفاق ابن رشد۔ علم طبیعیات کے بے شمار ماہرین میں سے چند چوٹی کے عالم ہیں۔ جو بارھویں صدی میں سپین میں اپنے علم سے ایک دُنیا کو مستفید کرتے رہے۔

مغربی افریقہ میں بھی سپین، مصر اور بغداد کی طرح علم کی قدر دانی اور اشاعت ہو رہی تھی۔ اور وسطی ایشیاء میں تو محمود غزنوی نے دنیا کے چاروں کناروں سے علماء، فضلاء اور حکماء کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔ مشہور مستشرق لین پول لکھتا ہے "نپولین نے صنعت و حرفت کے شاہکار ان تمام ملکوں سے جن کو اس نے فتح کیا، اپنے پیرس کی آرائش کے لئے جمع کئے۔ محمود اس سے ایک قدم آگے بڑھا، وہ خود صناعوں اور شاعروں کو اپنے دربار کی زینت بنانے کے لئے غزنی میں لے آیا۔ آکسس (Oxus) کے شہروں، بحیرہ کیسپین کے دور دراز کناروں، اور ایران و خراسان سے مشرقی علوم کے ستاروں کو اس نے اپنی ملازمت میں اکٹھا کر لیا، جو اس کی شوکت کے آسمان میں اس کے سورج کے گرد اجرام سماوی کی طرح گھومتے تھے۔ بیرونی علم ہیئت کا ماہر، فلاسفر، ریاضی دان، جغرافیہ دان، مورخ، سنسکرت کا استاد، علم طبیعیات اور کیمسٹری پر کتابیں لکھنے والا۔ فارابی مشہور فلاسفر۔ عتبی مورّخ اور بادشاہ کا سیکرٹری بیہقی جس کو مشرقی مسٹر پیپس (Mr. Pepys) کہنا چاہیئے۔ انصری، فرخی اور عسجدی اور سب سے بڑھکر فردوسی جس کو ایرانی ہومر کہیں تو بجا ہے، اور جس کے "شاہنامہ" میں ایرانی بہادروں کے کارنامے ہمیشہ تک محفوظ ہیں ـــ یہ وہ لوگ تھے جن پر شاہ محمود غزنوی کی نظرِ عنایت تھی۔ اور جنہوں نے غزنی اور شہریار غزنی کو اس شہرت سے بہت زیادہ شہرت دی تھی، جو اس کو اس کی جنگی فتوحات کے سبب حاصل ہوئی تھی"

ہلاکو خاں کے وحشی اور درندہ صفت سپاہیوں نے بغداد میں اسلامی تمدّن و تہذیب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چراغ کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیا۔ مگر نبی عرب کا مذہب اپنے اندر کچھ ایسی دلکشی اور جذب رکھتا ہے کہ تیس سال کے قلیل عرصہ میں فاتح مفتوح ہو گئے، اور ہلاکو خان کا پوتا مسلمان ہو گیا، اور اُس نے اور اس کے جانشینوں نے علم کی دل کھول کر سرپرستی کی۔ تیمور جیسا باخدا مسلمان انہی وحشیوں کی اولاد سے پیدا ہوا۔ اس نے چودھویں صدی میں ایشیاء میں ایک بہت بڑی ایمپائر قائم کر دی۔ وہ خود صاحب علم، قابل قانون دان اور ایک لائق مصنف تھا اس لئے علماء و فضلاء کی قدر کرتا تھا، اور ان کی مجلس میں بیٹھکر خوش ہوتا تھا۔ اس نے سمرقند اور اپنی سلطنت کے دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بہت بڑی بڑی مسجدیں، شاندار کالج اور لائبریریاں قائم کیں۔

علم ہیئت کے علاوہ، کہ اس علم کو مسلمانوں نے خصوصیت سے ترقی دی، علم ریاضی کی تمام بڑی بڑی شاخوں پر ان کی قابلیت کے نقوش ثبت ہیں۔ کہا جاتا ہے، کہ یونانیوں نے الجبرا کو ایجاد کیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کو بلند تر مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ انہوں نے دوسرے درجے کی مساوات (Equation of the second degree) کو دریافت کیا۔ اور بہت ہی جلدی دو درجی مساوات (Quadratic equation) کے اصول اور مسئلہ ثنائی (Binomial Theorem) کو ترقی دی۔

صرف الجبرا، جومیٹری اور حساب نے ہی نہیں، بلکہ مشین سازی اور عینک سازی نے بھی ان کے ہاتھ میں آکر بہت ترقی پائی۔ انہوں نے مدور علم مثلث (Spherical trigonometry) کو ایجاد کیا۔ اور سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی الجبرا کو جیومیٹری پر چسپاں کیا۔ اور مماس کو رائج کیا۔ اور مماسی شماروں (Trigonometrical calculations) میں قوس کی جگہ جیب زاویہ (Sine) کو بدل قرار دیا۔ ان کی ترقی ہندسوی جغرافیہ (Mathematical Geography) میں بھی کچھ کم نہ تھی۔ ابن ہوکل، مقریظی، معودی، البیرونی اور الکومی کی تصنیفات بجا طور پر مشہور ہیں۔ ہمبولڈ کے نزدیک عرب ہی تمام طبیعیاتی علوم (Physical sciences) کے حقیقی بانی ہیں۔ دیگر علوم کے علاوہ انکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہترین علماء نے خصوصیت سے علم نباتات وطبقات الارض کی طرف توجہ دی، علمِ کیمیاء بحیثیت ایک سائنس کے بلاشبہ مسلمانوں کی ایجاد ہے، علم تشریح الابدان طب اور جرّاحی کو بھی انتہائی درجہ تک انہوں نے ترقی دی، انہوں نے کیمیاوی طور پر دواسازی کے فن کو بھی ایجاد کیا، اور شفاخانوں کے بانی بھی وہی تھے۔ یورپ کبھی الرازی، ابن سینا، ابوالقاسم خلف ابن عباس، ابن زہر، ابن رشد اور البیطار جیسے ماہرین علم طب کو بھول نہیں سکتا، انہوں نے دنیائے علم پر اپنے قیمتی خیالات اور تجربات سے ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑا ہے۔ ابن سینا یقیناً اپنے وقت کا سب سے زیادہ قابل انسان تھا وہ اپنی ذہنی قابلیتوں کی وجہ سے ایک انسان نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی دنیا کہلانے کا مستحق تھا۔ اور اس کی تصنیفات جملہ علوم پر حاوی تھیں، وہ ایک فلاسفر تھا، ایک ریاضی دان تھا، علم ہیئت کا ماہر تھا، وہ ایک بہت بڑا شاعر اور نامور طبیب تھا، وہ ان چیزوں کے علاوہ اور بہت کچھ تھا، اس نے دو بڑے اعظموں پر اپنا نقش علمی چھوڑا ہے، اور یہ بجا ہوگا، اگر ہم اس کو مشرق کا ارسطو کہیں۔ اس کی معرکۃ الآرا تصنیفات "شفا" اور "قانون" بے بہا علمی خزانے ہیں۔

عربوں کی سائنس کی تحقیقاتوں اور تجربات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر رابرٹ بریفالٹ لکھتے ہیں "مسلمانوں نے جو سائنس پر احسان کیا ہے، وہ یہ نہیں ہے، کہ انہوں نے اس بارہ میں حیران کُن انکشافات کئے یا انقلابی اصول قائم کئے۔ سائنس اس سے بہت زیادہ باتوں کے لئے اسلامی تہذیب کی مرہونِ منت ہے۔ وہ تو اپنی زندگی اور حیات تک کے لئے اسلامی تہذیب کی زیر بارِ احسان ہے۔" قبل از زمانہ اسلام کی دُنیا کو "قبل از زمانہ سائنس" کی دُنیا کہنا چاہیئے۔

یونانیوں کا علم ہیئت وہندسہ ایک خارجی چیز تھی، یونانی تہذیب ہمیشہ ان علوم کے غیر موافق رہی۔ یونانیوں نے بے شک نئے نظریئے قائم کئے، انہوں نے کلیے بنائے اور علوم کو نظم اور ترتیب دی، مگر علم کو معین شکل میں قائم کرنے کے لئے صبر آزما طریقے، اور سائنس کے باریک طریق استدلال، مفصّل و وسیع مشاہدات، تجربی استفسار۔ یہ چیزیں یونانی مزاج کے لئے بالکل اجنبی تھیں۔ قدیم یونانی اور رومی زمانے میں صرف اسکندریہ ایک ایسی جگہ تھی، جہاں پر کسی حد تک تجربات کرتے وقت اصول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سائنس کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ جس چیز کو ہم اب یورپ میں سائنس کے نام سے یاد کرتے ہیں، وہ تحقیق کے متعلق ایک نئی رُوح اور چھان بین کے نئے اسلوب ـــ یعنے تجربہ، مشاہدہ، پیمائش کے نئے طریقے اور ریاضی کی ایک بالکل نئی طرح سے ترقی کے باعث وجود میں آئی۔ یہ رُوح اور یہ طریقے جن سے یونانی قطعاً ناآشنا تھے، یورپ میں عربوں نے رائج کئے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ لکھتے وقت اس پر عربی تہذیب کے اثر کا ذکر نہ کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ شیکسپیئر کے ڈراما "شاہزادہ ڈنمارک" کی تاریخ لکھی جائے، اور اس میں ہیملٹ کا ذکر نہ ہو۔

فنِ تعمیر میں تو مسلمانوں نے وہ کمال کر دکھایا، کہ اس بارہ میں ان کی کامرانیوں اور کامیابیوں کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔ اس فن میں مشرق و مغرب میں ان کے شاہکار امتداد زمانہ کے باوجود آج تک ایک دنیا کو حیران کئے ہُوئے ہیں۔

الحمراء ـــ سپین کی شہرہ آفاق عمارت ـــ مسلمانوں کے فنِ تعمیر کی شان و شوکت، اس کی عظمت و جلالت، اس کے طنطنہ و وقار پر ایک نہ مٹنے والی شہادت ہے۔ اسی اسلامی فنِ تعمیر کے صدقے ہی غرناطہ "عروس جہاں" اور قرطبہ "حسینانِ عالم کی جائے رہائش" کے خوش کن القابات سے یاد کئے جاتے تھے۔

لین پول فتح پور سیکری کو آج اس کی شکستہ حالت میں بھی "ہندی پمپے آئی" کہتا ہے "جو اپنے یگانہ روزگار اور نت نئے نقش و نگار اور عجیب و غریب ساخت کے سبب فنونِ لطیفہ کے متعلق نہایت خوبصورت و خوشنما اختراعات کا ایک عجائب گھر ہے"۔ اور تاج محل آگرہ تو ہر قسم کی توصیف و تعریف سے بالاتر ہے۔ اس کو سنگِ مرمر میں حسن و جمال کا ایک مجسمہ کہا جاتا ہے۔ جس کا نقشہ جنّات نے بنایا۔ اور جس کی پریوں نے تکمیل کی"۔ اور رزوفانی کہتا ہے۔ کہ یہ اتنی خوبصورت عمارت ہے۔ کہ اس کو شیشے کے ایک خول کی ضرورت ہے۔

تاریخی تحقیق میں بھی مسلمانوں کا مقام دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوموں کی صفِ اوّل میں ہے۔ مسلمانوں نے تاریخ میں جغرافیہ، علم آثار قدیمہ اور نسل انسانی کی مختلف شاخوں کے علم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(Ethnology) کو بھی شامل کیا۔ ان میں نہایت قابل افراد نے اس علم کی طرف توجہ کی۔ اس علم کو انہوں نے اپنے محبوب نبیؐ کے حالات کو قلمبند کرنے سے شروع کر کے ایک سائنس بنا دیا۔ یوں تو مسلمانوں میں مورخین کی تعداد شمار سے بالاتر ہے، لیکن وُہ مورّخ جن کی تصنیفات یادگار کے طور پر دُنیا میں قائم ہیں، ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔

مسعودی، طبری، ابن اثیر، ابن حیان، بیرونی، ابن حضرو، ابن خلکان، مقریظی اور ابن خلدون ایک نہ مٹنے والی شہرت اور عظمت کے مالک لوگ ہیں۔ یہ لوگ صرف مورّخ ہی نہ تھے، بلکہ جغرافیہ دان، ریاضی دان، اور فلاسفر بھی تھے۔ مسعودی جس کو عربوں کا ہیروڈوٹس کہا جاتا ہے اسکی مشہور تصنیف "مروج الذہب" علم التاریخ میں ایک بہت بلند پایہ کی کتاب ہے۔ طبری نے جو کہ عربوں کے لوی (Livy) کے نام سے مشہور ہے، اپنی بے نظیر تصنیف "تاریخ الرسل والملوک" سے اپنے نام اور شہرت کو وقت اور زمانہ کی دست وبرد سے محفوظ کر لیا ہے۔ ابن اثیر کی کتاب "الکامل" بھی کم وبیش اسی حیثیت کی تصنیف ہے۔ ابن حزم اپنے وقت کا بہت بڑا عالم وفاضل تھا، اس کی تصنیف "کتاب الملل والنحل" اس کے وسیع اور عمیق علم ومطالعہ کی کبھی نہ مٹنے والی یادگار رہے گی۔ ابن خلکان کی کتاب "وفیاۃ الاعیان" کے متعلق "ولیم جونز" کی رائے ہے، کہ یہ دُنیا میں بہترین سوانحمری ہے۔ بیرونی کی مشہور تصنیف "الآثار الباقیہ" ہے، لیکن مورخین اسلام میں ابن خلدون کا مقام بلاشبہ سب سے بلند ہے، اس کی بے مثال تصنیف "کتاب العبر" کا "مقدمہ" بجائے خود نہایت قیمتی معلومات اور فلسفیانہ انداز میں لکھے ہوئے مقالات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس عجوبۂ روزگار کتاب میں اس نے بہت سے مسائل پر خامہ فرسائی کی ہے ــــ انسانی سوسائٹی اور تہذیب کا آغاز کس طرح سے ہُوا، قومیں اور بادشاہتیں کس طرح ابھرتی ہیں اور گرتی ہیں، ان کی ترقی اور تنزل کے کیا اسباب ہوتے ہیں، کسی قوم کے قومی کیریکٹر پر آب وہوا کا کیا اثر ہوتا ہے ــــ یہ چند سوالات ہیں، جن پر علاوہ اور بہت سے امور کے سیر کن بحث کی ہوئی ہے۔

ابن خلدون کو بجا طور پر موجودہ اور زمنِ وسطیٰ کے یورپین مورخین ــــ میکاولی (Machiavelli)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکو (Vico) اور گبن — کا علمی جدّ امجد کہا جاتا ہے۔

تاریخ کے علاوہ اخلاقیات، الٰہیات، منطق، خطابت وغیرہ علوم میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی، اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے ان علوم کے میدانوں میں اپنے گھوڑے دَوڑائے ہیں ان کی تعداد بھی سینکڑوں سے گذر کر ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ مقفیٰ عبارت لکھنے میں بدیع الزمان ہمدانی اور حریری کے نام زبان زد خلائق ہیں۔ شاعری میں تو مسلمانوں سے کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکی۔ ابونواس متنبی۔ ابوالاعلیٰ، امیر خسرو، انوری، خاقانی، نظامی، فردوسی، ابن ھانی، ابن زیدون، میر، غالب، حالی، اقبال، ایسے ایسے بے نظیر شاعر مسلمانوں میں پیدا ہوئے ہیں، جو اپنے رفعت خیال اور موزونیت سخن کے سبب گیتھے (Goethe) ملٹن (Milton) اور ڈانٹے سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ جب تک دُنیا میں شعر و شاعری قائم ہیں، ان شعراء کے کلام نہایت شوق سے پڑھے جاتے رہینگے، اور مردہ دلوں میں زندگی کی رُوح پھُونکتے رہیں گے۔

یہ ہیں نبیؐ عربؐ کی امت کے کارنامے، وہ جو صدیوں کی بیہوشی کی نیند سوئے ہوئے تھے، اور جاہل محض تھے اپنے امی نبیؐ سے تعلیم حاصل کر کے ہر علم اور فن میں دُنیا کے استاد بن گئے، تاریخ عالم میں ان کے نام سنہری حروف میں لکھے ہوئے ہیں، جن کو زمانے کی کوئی گردش، کوئی انقلاب، نہیں مٹا سکتا۔ عیسائیت سپین میں ان کے علوم کے نقوش کو مٹا دینے میں کامیاب ہوئی۔ نتیجہ اس کا دنیا کے سامنے ہے۔ ساری دُنیا متمدن و مہذب بن گئی، لیکن سپین اب بھی زمن وسطیٰ کی اسی جہالت اور تاریکی میں مبتلاء ہے۔ مسلمان سپین سے چلے گئے، ان کے تمدن و تہذیب کے نشانات بھی مٹا دیئے گئے، لیکن ان نشانات کے کھنڈرات سے بقول لین پول اب بھی یہ آواز آ رہی ہے، "مغلوب ہونے والے عربوں کا بول بالا ہو، اور بدنصیبی و بربادی ہسپانیہ کے فاتحین کے شامل حال ہو"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچّوں کا قتل

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ)

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہدِ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے تاریخی افسانے مشہور کئے گئے ہیں، جن میں مسلمان بادشاہوں کے مظالم کی داستانیں بیان کر کر کے یہ ظاہر کرنیکی کوشش کی جاتی ہے، کہ مسلمان بہت ظالم قوم ہے، اور مسلمان کا مذہب ہی یہ ہے، کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو محض اختلاف مذہب کی بناء پر موت کے گھاٹ اُتار دینا چاہیئے۔ یہ افسانے سیاسی اور مذہبی مقاصد کے پیشِ نظر گھڑے گئے ہیں، اور ان میں سے وہ افسانے جو شاہنشاہِ اعظم حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والاصفات کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں، خاص طور پر بھیانک اور مہیب شکل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پچھلے دنوں مجھے ریاست چنبہ جانے کا اتفاق ہؤا۔ وہاں کے گوردوارہ میں ایک تصویر لٹکی ہوئی تھی، جس میں یہ دکھایا گیا تھا، کہ ترکی ٹوپیوں والے مسلمان دو معصوم بچّوں کو دیوار میں چُن رہے ہیں۔ میرے ایک دوست نے جو میرے ساتھ تھے، دریافت کیا، کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے انہیں بتایا، کہ سکھوں میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ظلم کی یہ فرضی کہانی مشہور ہے، کہ انکے عہد میں ان کی پالیسی کے ماتحت صوبے دار سرہند نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے دو بچوں کو دیوار میں چنوا دیا تھا، اور یہ تصویر اسی فرضی ظلم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ سکھوں کا شاید ہی کوئی ایسا مذہبی دیوان یا جلسہ ہوتا ہوگا، جس میں اس واقعہ کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان نہ کیا جاتا ہو۔ سکھ بچوں کو پڑھانے کے ابتدائی گورمکھی قاعدوں میں بھی یہ تصویر ہوتی ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے، کہ سکھوں کے دلوں میں بچپن ہی سے مسلمانوں کے خلاف عناد اور نفرت کا بیج بویا جاتا ہے، اور وہ مسلمانوں کو وحشی، ظالم اور سکھ قوم کے دشمن سمجھتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس کا اثر دونوں قوموں کے باہمی تعلقات پر کبھی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سکھوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے عہد حکومت میں مسلمانوں پر انتہائی مظالم کئے۔ اور سکھ مورخین نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مسلمان عورتوں اور بچوں کو سکھوں نے بیدردی سے قتل کیا، اور اپنی انتقامی آگ کو بجھانے کے لئے مسلمانوں کی لاشوں کو قبروں سے نکلوا کر جلایا۔ گیانی گیان سنگھ صاحب لکھتے ہیں:۔

"جب سکھوں نے زور پکڑا، تو سرہند کی ایک ایک اینٹ جدا کر دی گئی، اور زمین کے برابر کر دیا گیا، یہاں تک کہ سمت ۱۹۲۸ بکرمی میں مہاراجہ مہندر سنگھ والئے ریاست پٹیالہ نے محکمہ ریلوے کے ہاتھ فروخت کر کے وہاں کی قبروں کی اینٹیں بھی اکھڑوا کر ستلج کے پار پہنچا دیں"

(تواریخ گورو خالصہ ص۱۸۱)

سکھوں کے مظالم کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، اور جہاں کہیں ان کو موقعہ ملتا ہے، وہ کبھی اذان کے بہانہ سے اور کبھی کسی اور بہانہ سے مسلمانوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔

سکھ تاریخ و کتب میں مسلمانوں کے مظالم کی اور بھی بہت سی بے بنیاد کہانیاں مذکور ہیں، لیکن میں اس جگہ صرف گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کا ذکر سکھوں کی نہایت مشہور تاریخ "تواریخ گورو خالصہ" مصنفہ گیانی گیان سنگھ صاحب کے صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷ میں حسب ذیل الفاظ میں ہوا ہے:۔

"دوسرے روز صوبہ دار سرہند نے ہر دو صاحبزادگان کو سر دربار بلا کر کہا، کہ تم دین اسلام قبول کرو، ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ جس پر زور آور سنگھ نے جواب دیا، کہ کیا مسلمان بنکر دنیا میں ہمیشہ رہیں گے۔ .... دوسرے دن پھر بلا کر ان کو کہا، اے کم بخت لڑکو، تم کو بڑے بڑے عہدے و خلعت بادشاہ سے دلائینگے، اور خاندانوں میں شادیاں کرا دیوینگے، جاگیریں ملینگی تم ہمارا کہا مان جاؤ، اور دین اسلام قبول کرو۔ لیکن بچوں نے ایک نہ مانی۔ اور اپنا عقیدہ ترک نہ کیا۔ اس پر ان کو دیوار میں چُن دیا گیا"

گیانی گیان سنگھ صاحب کے علاوہ دوسرے سکھ مؤرخ بھی اس واقعہ کو اسی طرح لکھتے ہیں لیکن مذکورہ بالا بیان پر سرسری نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور کے پیش نظر اس کا بناوٹی اور فرضی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔

امر اوّل۔ سب سے پہلی بات قابلِ غور یہ ہے کہ اس واقعہ کی بنیاد اس امر پر رکھی گئی ہے، کہ گورو صاحب کے بچوں کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کی گئی، جو ناکام ہوئی، تو ان کو دیوار میں چُن دیا گیا۔ لیکن اسلام میں تو مذہب کے لئے جبر جائز ہی نہیں ہے، پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے، کہ صوبیدار سرہند نے یہ فعل اسلام کی خاطر کیا؟ اور عجیب بات یہ ہے، کہ اس واقعہ کے وقت ایک بچہ کی عمر سات سال اور دوسرے کی نو سال کے قریب بیان کی جاتی ہے، اب کیا کوئی عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے، کہ ایک علاقہ کے افسرِ اعلےٰ نے اتنی بڑی بیوقوفی کی، کہ نابالغ بچوں کو مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دی۔ اور جب انہوں نے انکار کیا تو انہیں قتل کروا دیا۔ بھلا سات یا نو سال کے بچوں کو مذہب کی تمیز ہی کیا ہو سکتی ہے، کہ انہیں کوئی تبدیلیٔ مذہب کی ترغیب دے، یا یہ کہ وہ ایسا کرنے سے انکار کریں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ تبدیلیٔ مذہب کے لئے جن چیزوں ــــ شادی، جاگیر، عُہدہ، خلعت ــــ کی ترغیب اور لالچ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بھی ایسی ہیں جن کا سات اور نو سال کے بچوں کو صحیح احساس نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے، کہ گو اسلامی تعلیم یہی ہو، کہ کسی کو جبرًا مسلمان نہ بنایا جائے، مگر اورنگ زیبؒ اور صوبیدار سرہند یہی سمجھتے تھے، کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہیئے، اور اسی خیال کی بناء پر انہوں نے یہ فعل کیا۔ تو سوال یہ ہے، کہ دیوان سچدانند جیسا عاقل بالغ ہندو، جس کی اس واقعہ کے وقت موجودگی سکھوں کو مسلّم ہے، اور جو سرکاری ملازم بھی تھا، کیسے بچ گیا؟ اسے کیوں اسلام قبول کرنے پر اورنگ زیبؒ یا صوبیدار سرہند نے مجبور نہ کیا۔ پھر گنگو برہمن ــــ جو بقول سکھ اصحاب گورو صاحب کے بچوں کو پکڑوانے والا تھا ــــ کیونکر بچ گیا؟ آخر یہ کیا بات ہے، کہ نابالغ بچوں کو تو مذہب اسلام جبرًا منوانے کی کوشش کی گئی، مگر عاقل و بالغ ہندوؤں کو اور بالخصوص ان ہندوؤں کو جو اس واقعہ میں براہِ راست شریک بیان کئے جاتے ہیں، اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا گیا، اور نہ قتل یا دیوار میں چنائے جانے کی دھمکی دی گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گیا ہے، کہ اس کے سایہ میں بہت سے لوگ آسکتے ہیں۔ یعنی مختلف فطرتوں اور مزاجوں کے لوگوں کو وُہ آرام دینے کا موجب ہوتا ہے۔

چوتھی علامت یہ بتائی ہے، کہ وہ ہر وقت اپنے پھل دے رہا ہو۔ اور اس سے یہ مراد ہے۔ کہ:۔

۱۔ کلام الٰہی کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہتا ہے، جو اس کے پھل کہلا سکتے ہیں۔ یعنے وہ اس کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ اور انہیں کلام کے اعلیٰ ہونے کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ دائمی نجات اس سے حاصل ہو۔ کیونکہ جس طرح تُؤْتِیْ اُكُلَهَا سے یہ مراد ہے کہ وہ ہر وقت کامل انسان پیدا کرتا رہے، اسی طرح یہ بھی ہے کہ انسان ہمیشہ اس سے پھل کھاتا رہے۔ اور ہمیشہ پھل بھی کھا سکتا ہے جبکہ ہمیشہ کی حیات انسان کو حاصل ہو۔

پانچویں علامت شجرہ طیّبہ کی یہ بتائی ہے، کہ وہ اپنے پھل بِاِذْنِ رَبِّهَا دیتا ہے۔ یعنی اس کے اعلیٰ پھل طبعی نہیں ہوتے، بلکہ اذنِ الٰہی سے ہوتے ہیں۔ اور اس طرح عام درخت سے اسے ممیز کر دیا گیا کیونکہ عام درخت قوانین طبعیہ کے ماتحت پھل دیتا ہے، لیکن شجرہ طیّبہ ایک ایسا درخت فرض کیا گیا ہے، جو پھل تو دے، لیکن وہ پھل خاص حکم کے ماتحت ظاہر ہوں۔ ان کا ظہور الٰہی منشاء کے ماتحت ہو۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے، کہ کلام الٰہی کے نتائج صرف طبعی نہیں ہوتے، بلکہ شرعی بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً سچ بولنا، کہ اس کا ایک طبعی پھل ہوگا، اور وہ یہ کہ لوگوں میں سچے آدمی کا وقار بڑھے گا۔ اور اس کا دوسرا پھل شرعی ہوگا اور وہ یہ کہ ایسا انسان خدا تعالےٰ کے خاص فضلوں کا وارث ہوگا۔ پھر اسی طرح نماز ہے، کہ اس کا ایک ظاہری پھل ہوگا۔ اور وہ یہ کہ اظہار شکریہ اور اطاعت اور نظام قومی کی تعمیل اس سے ہوگی۔ اور دوسرا اس کا شرعی پھل ہوگا، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ایسے شخص کو حاصل ہوگی، اور وُہ اس کا قرب پائے گا۔

یہ علامات شجرہ طیّبہ کی جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں، تازہ، مصفّٰی اور زندہ کلامِ الٰہی کی ایسی بیّن تشریح کر دیتی ہیں، کہ سچے اور جھوٹے کلام میں فرق کرنے میں کوئی مشکل ہی باقی نہیں رہتی چنانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ ملازمت سے بھی برطرف نہ کیا گیا۔ یہ ایسے سوالات ہیں، جو اس واقعہ پر غور کرنے والے ہر عقلمند کے دل میں پیدا ہونگے، اور سکھ مؤرخین کے بیانات میں ان کا کوئی جواب نہیں ہے پس حقیقت یہ ہے، کہ یہ سارا قصہ بناوٹی اور سکھوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کیلئے گھڑا گیا ہے۔

اس امر کے ثبوت میں کہ سکھ تواریخ میں جعلی اور من گھڑت باتیں پائی جاتی ہیں، سکھوں کے تعلیمیافتہ اور معزز اصحاب کے حسب ذیل بیانات پیش کئے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ بھائی تیجا سنگھ صاحب ایم۔ اے پروفیسر خالصہ کالج امرتسر رسالہ "پھلواڑی" کے اتہاس نمبر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جہاں ہمارے ملک میں اور ہنر چل رہے ہیں، وہاں تاریخ کو گھڑ لینا بھی ملتا ہے۔ . . . یہ ہنر ہماری ہڈیوں میں اتنا گھر کر گیا ہے، کہ بڑے بڑے ودوان اور دھرماتما جو جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتے ہیں، وہ مذہبی تاریخ کو بگاڑنے سے نہیں ڈرتے۔ اب یہ من گھڑت باتیں بنانے کا ہنر اس قدر ترقی کر گیا ہے، کہ جان بوجھکر خدا واسطے کا جھوٹ بولا جاتا ہے۔"

۲۔ بھائی شیر سنگھ صاحب ایم، ایس، سی، اسی رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہماری تواریخ اور مذہب میں ایک نہیں بلکہ ایک سو ایک غلط فہمیاں پڑی ہوئی ہیں، جو مطلبی لوگوں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے ڈال رکھی ہیں۔"

۳۔ بھائی امر سنگھ صاحب ایڈیٹر اخبار "شیر پنجاب" لاہور اپنے اخبار مورخہ ۲۰ فروری ۳۸ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم میں یہ بیماری عام ہے، کہ تاریخی واقعات میں بھی ہم میں سے بعض بزرگ اپنی مرضی سے ترمیم و تنسیخ کر لیتے ہیں۔"

امر دوم۔ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے، کہ صوبیدار سرہند نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کو دیوار میں چنوایا تھا، تو اس کا ذکر دسم گرنتھ صاحب میں (جس میں گورو گوبند سنگھ صاحب کا کلام درج ہے) ضرور ہوتا۔ دسم گرنتھ صاحب گورو گوبند سنگھ صاحب کی وفات کے بعد منی سنگھ نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو گورو صاحب کے حضوری سکھ تھے، جمع کیا تھا۔ اس میں گورو صاحب کی وہ چٹھی جو آپ نے اورنگ زیبؒ کو لکھی تھی، اور جس کا نام "ظفر نامہ پادشاہی دس" ہے، موجود ہے۔ اسس میں گورو صاحب نے اورنگ زیبؒ کی خدمت میں ان کے اہل کاروں کی شکایات کی ہیں۔ لیکن صوبیدار سرہند کا ذکر تک نہیں ہے۔ اگر صوبیدار کی طرف سے کوئی ایسا ظلم ہوا ہوتا، تو وہ بادشاہ کے پاس اس کی بھی شکایت کرتے۔

امر سوم۔ سکھ مورخین صوبیدار سرہند کے فعل کی ذمہ واری اورنگ زیبؒ پر ڈالتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کی پالیسی کے ماتحت یہ فعل صوبے دار نے کیا تھا۔ لیکن اگر یہ صحیح ہو، تو سوال یہ ہے، کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے ظفر نامہ میں اورنگ زیبؒ کی تعریف کیوں کی۔ کیونکہ جو شخص کسی کو اپنے بچوں کے قتل کا ذمہ وار سمجھتا ہو، وہ اس کی تعریف میں قصیدہ نہیں لکھا کرتا، بلکہ اُسے بددُعائیں دیتا، اور اس کی مذمت کرتا ہے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے، یعنے گورو صاحب نے اورنگ زیبؒ کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ تحریر کیا، جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

خوشش شاہ شاہانِ اورنگ زیب — کہ چالاک دست است چابک رکیب
کہ ترتیب دانش بتدبیر تیغ — خداوند دیگ و خداوند تیغ
چہ حسن الجمال است روشن ضمیر — خداوند ملک است صاحب امیر
کہ روشن ضمیر است حسن الجمال — خداوند بخشندۂ ملک و مال
کہ بخشش کبیر است در جنگ کوہ — ملائک صفت چوں ثُریا شکوہ
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں — کہ دارائے دَور است آرائے دیں

ترجمہ:۔ شہنشاہ اورنگ زیب آپ کیا اچھے پادشاہ ہیں، اور ہاتھ کے کیسے چُست کیسے اچھے شہسوار ہیں۔ ترتیب میں دانا اور جنگ میں مدبّر ہیں۔ روٹی کے مالک اور تلوار کے دھنی ہیں۔ ظاہری صورت اور باطنی سیرت سے بہرہ ور ہیں۔ ملک کے مالک اور آقا و امیر ہیں۔ روشن ضمیر اور صاحب حسن و جمال ہیں۔ اور ملک و مال کے بخشنے والے ہیں۔ آپ کی بخشش بھی بڑی ہے۔ اور جنگ میں آپ چٹان کی طرح ہیں۔ فرشتہ صفت اور آسمانی مرتبہ رکھتے ہیں شہنشاہ اورنگ زیب جہانوں کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زینت ہیں۔ زمانہ کے فرمانروا، اور دین کی آرائش ہیں۔ پھر اسی ظفر نامہ میں لکھا ہے:۔

شہنشاہ را بندۂ چاکریم اگر حکم آید بجاں حاضریم
اگرچہ بیاید بفرمانِ من حضورت بیارم ہمہ جان و تن

ترجمہ:۔ اے شہنشاہ ہم آپ کے چاکر بندہ ہیں۔ اور حکم ہو تو جان سے حاضر ہیں۔ اگر مجھے فرمانِ شاہی آئے، تو میں حضور کی خدمت میں جان و تن لے کر حاضر ہوں گا۔

یہ یاد رہے کہ ظفر نامہ کے لکھنے سے قبل بقول سکھ مؤرخین کے گورو صاحب کے بچے مارے جا چکے تھے۔

امر چہارم۔ سکھوں کی نہایت اعلیٰ پایہ کی تاریخی کتاب "سورج پرکاش" میں لکھا ہے، کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کا صاحبزادہ زور آور سنگھ جنگ چمکور میں مارا گیا تھا، مگر زیر بحث قصہ میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے، کہ زور آور سنگھ کو اس کے بھائی کے ساتھ صوبیدار سرہند نے دیوار میں چنوا کر مار دیا تھا۔ پس یہ ایک کھلی اختلاف بیانی ہے، جس کی موجودگی میں کوئی منصف مزاج جج یہ فیصلہ دینے سے رُک نہیں سکتا، کہ صوبیدار کے ظلم کی داستان یقینی طور پر جھوٹی اور غلط ہے۔

امر پنجم۔ پھر اس قصہ کے فرضی ہونے کا ایک اور قطعی ثبوت یہ ہے کہ بچوں کو دیوار میں چُنائے جانیکا واقعہ شہنشاہ اورنگ زیبؒ کی زندگی میں بیان کیا جاتا ہے۔ اور سیناپت کوی جو گورو گوبند سنگھ صاحب کے خاص درباریوں اور مصاحبوں میں سے تھا، گورو صاحب کے سفرِ دکن کا ذکر کرتے ہوئے جو آپ نے اپنی آخری عمر میں، اورنگ زیبؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے بہادر شاہ کے ہمراہ کیا تھا، لکھتا ہے:۔

تبے نکٹ چیتوڑ کے آپ آئیو زور آور سنگھ دیکھنگ بسدھائیو
(سری گور سوبھا گرنتھ صـ۹۷)

یعنی گورو صاحب چتوڑ کے قریب پہونچے، تو آپ کا بیٹا زور آور سنگھ دیکھنے کے لئے آیا۔ اب جائے غور ہے کہ اگر زور آور سنگھ بعہد اورنگ زیب عالمگیر سرہند کی دیوار میں چُنا جا چکا تھا، تو بہادر شاہ کے عہد میں ایک کافی عرصہ کے بعد حیدر آباد کے راستہ میں وہ گورو صاحب کو کیسے مل گیا؟ پس اس قصہ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah
یہ ایک اور اختلاف بیانی ہے، جس سے صوبیدار سرہند کے ظلم کا افسانہ محض غلط اور حقیقت سے بعید ثابت ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ چمکور کی لڑائی میں افراتفری میں گورو صاحب کے بچے گم ہوگئے ہونگے جن کے نہ ملنے پر یہ فرض کر لیا گیا ہوگا، کہ وہ مارے گئے ہیں، اور چونکہ صرف لڑائی میں مارے جانے سے زیادہ اشتعال پیدا نہ ہوتا تھا، اس لئے اُسے زیادہ اشتعال انگیز بنانے کے لئے دیوار میں چُنائے جانے کا واقعہ گھڑا گیا۔ اور چونکہ اس کا کوئی معقول سبب نظر نہ آتا تھا، اور اُدھر مسلمانوں کی مذہب کے لئے زبردستی تو ایک ایسی مشہور بات ہے جس کی مخالفین اسلام نے خوب اشاعت کر رکھی ہے، اس لئے سکھ مورخین نے ناواقفوں کی نگاہ میں اس ظلم کو قابلِ قبول بنانے کے لئے اس کی یہ وجہ بیان کی، کہ گورو صاحب کے بچوں نے مذہب اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا، اس لئے انہیں دیوار میں چُنا دیا گیا۔ مگر اصل حقیقت جس کی تائید سَیناپَت کے مذکورہ بالا بیان سے بھی ہوتی ہے، یہ تھی، کہ لڑکے نہ قتل کئے گئے تھے، اور نہ دیوار میں چُنائے گئے تھے، بلکہ گم ہوگئے تھے، اور بالآخر گورو صاحب کو آخری عمر میں دکن کے راستہ میں مل گئے تھے، لیکن چونکہ سَیناپَت کی کتاب کا سکھ متقدمین کو علم نہ تھا، کیونکہ یہ بہت بعد میں شایع ہوئی ہے، اس لئے وہ دیوار میں چنائے جانے کا واقعہ ہی لکھتے چلے آئے ہیں، اور اس طرح سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی خلیج کو وسیع کرتے رہے۔ کاش سکھ بھائی اب بھی غور کریں اور ایسے تمام واقعات کو جن سے بلاوجہ دونوں قوموں میں افتراق اور دشمنی کے جذبات پرورش پائیں بیان کرنے سے پرہیز کریں، تا سکھوں اور مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے ختم ہوں، اور یہ دونوں بہادر قومیں باہمی صلح وامن کے ساتھ شیر وشکر ہو کر رہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۲۲۶۔ منکہ نورجہاں بیگم زوجہ چوہدری غلام حسین صاحب قوم جٹ عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن گٹھالیاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۸/۳۵ ۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری موجودہ جائیداد منقولہ حسب ذیل ہے، مہر مبلغ -/۵۰۰ روپے اور صرف زیور -/۳۵ روپے کا ہے۔ کل میزان -/۵۳۵ روپے ہے۔ مَیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد اسکے علاوہ ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ الامتہ:۔ نورجہاں بیگم۔ گواہ شد:۔ غلام حسین پٹواری نہر چک نمبر ۲۱۰ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائلپور۔ گواہ شد:۔ سکندر علی موصی نمبر ۳۷ ؛

نمبر ۵۲۲۵:۔ منکہ غلام حسین ولد چوہدری محمد یار صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن گٹھالیاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۸/۳۵ ۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد اور کوئی نہیں ہے۔ صرف ملازمت پر ہی گذارہ ہے جو کہ اس وقت -/۱۸ روپے ماہوار ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو مجھے آمدنی ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں ہے کیونکہ والد صاحب خدا کے فضل سے ابھی زندہ ہیں۔ جس وقت بھی میری کوئی غیر منقولہ جائیداد منجانب والد صاحب یا مَیں خود پیدا کروں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور مَیں انشاء اللہ ایسی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ اپنی زندگی میں ادا کردونگا۔ اگر مَیں کسی صورت میں ادا نہ کرسکوں۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ میرے ورثاء سے ایسا حصہ وصول کرلیوے۔ اور میرے ورثاء کو کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے۔ العبد۔ غلام حسین پٹواری نہر چک نمبر ۲۱۰ گ ب تحصیل سمندری براستہ ماموں کانجن ضلع لائلپور۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر نور احمد میڈیکل آفیسر چک نمبر ۲۱۰ گ ب۔ گواہ شد:۔ سکندر علی موصی نمبر ۳۷ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۲۶۴:۔ منکہ سیّدہ نظیر فاطمہ بیگم نصرت بنت ڈاکٹر سیّد رشید احمد صاحب قوم سیّد عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالبرکات ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۱۱ ۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ گلے کا ایک زیور وایک طلائی انگشتری وایک جوڑی کانوں کی طلائی بالیاں جن کی اندازاً قیمت کل ۶۰ روپے بنتی ہے جو میری والدہ صاحبہ محترمہ کی عطا کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ ۔/۵۶۰ روپے نقد میرے والد صاحب محترم نے مختلف اوقات میں مجھے عطا کئے ہیں۔ اس طرح میری کُل جائیداد ۔/۶۲۰ روپے بنتی ہے جس کا ۱/۱۰ حصّہ صدر انجمن احمدیہ کے حق میں وصیّت کرتی ہوں۔ علاوہ اس کے میرے والد محترم مجھے پانچ روپے ماہوار بطور جیب خرچ عطا کرتے ہیں۔ ہر مہینہ اس رقم کا بھی ۱/۱۰ حصّہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتی رہونگی۔ انشاء اللہ العزیز۔ الامتہ۔ سیدہ نظیر فاطمہ بیگم نصرت۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر سید رشید احمد بقلم خود۔ والد موصیہ حال وارد زابل سیستان۔ ایران۔ گواہ شد:۔ سید عبدالرشید بقلم خود ریلوے ملازم اوکاڑہ منڈی، ضلع منٹگمری ؛

نمبر ۵۲۶۵:۔ منکہ محمد شریف ولد چوہدری نظام الدین صاحب قوم جٹ پیشہ ڈاکٹری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۵ء ساکن محمد آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ ٹاہلی ضلع تھرپارکر سندھ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳ ۱۲ ۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت چالیس روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر میری جس قدر جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ علاوہ مذکورہ بالا تنخواہ کے میں بطور ڈاکٹر پریکٹیس بھی کرتا ہوں۔ جس کی آمدنی فی الحال کوئی نہیں۔ لیکن اگر کبھی اس سے کوئی آمد ہو تو اس کا ۱/۱۰ حصّہ بھی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا۔ العبد:۔ محمد شریف محمد آباد اسٹیٹ۔ گواہ شد:۔ رحمت علی اکونٹنٹ محمد آباد اسٹیٹ۔ گواہ شد:۔ عنایت محمد منیجر محمد آباد اسٹیٹ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۰۹۳:۔ منکہ ملک محمد عثمان ولد ملک نادر خان قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال نیروبی کنیا کالونی برٹش ایسٹ افریقہ۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ڈیڑھ سو شلنگ ماہوار ہے۔ مَیں اسکے ۱/۱۰ حصّے کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ بوقت وفات جو بھی میرا ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ ملک محمد عثمان پوسٹ بکس ۵۵۴ نیروبی کنیا کالونی۔ افریقہ۔ گواہ شد۔ شیخ مبارک احمد مبلغ مشرقی افریقہ۔ گواہ شد۔ محمد شریف احمدی پوسٹ بکس ۱۲ نیروبی کنیا کالونی ؛

نمبر ۴۹۴۸:۔ منکہ محمد صدیق المعروف باباھی ولد شاہ بازخاں قوم پٹھان پیشہ زمیداری عمر ساٹھ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن بیٹ گلی ضلع ہزارہ ڈاکخانہ دربند ضلع ہزارہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۶/۱۲ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میرے مکان کی قیمت مبلغ ۱۰۰ روپے ہے جو کہ واقع دیہہ مذکورہ بیٹ گلی ضلع ہزارہ میں ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کتب ہیں جن کی قیمت اندازاً چالیس روپے ہے۔ اس میں میرے پارچات ضروری وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت مبلغ ۱۴ مَیں نے نقد ادا کر دیئے ہیں۔ علاوہ اس جائیداد کے اگر میرے مرنے کے بعد کوئی ترکہ ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیّت حاوی ہوگی۔ نیز میری ماہوار آمد کوئی معین نہیں ہے اگر کچھ آمد وغیرہ ہوجایا کرے گی۔ تو اس کا ۱/۱۰ حصّہ بھی خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرا دیا کروں گا۔ العبد۔ محمد صدیق عرف باباھی۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ بنی بخش سیکرٹری جماعت احمدیہ اجمیر ضلع ہوشیارپور۔ گواہ شد۔ چوہدری ابراہیم جٹ وینس بھینی بانگہ ضلع گورداسپور

نمبر ۵۱۵۲:۔ منکہ عبد المجید ولد بابو عبد الحمید صاحب قوم چوہان پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن سیالکوٹ چھاؤنی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹/۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گذارہ اس وقت میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ -/۳۰ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصّہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہونگا۔ میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم وصیّت کردہ جائیداد کے حصّہ میں سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرا دوں۔ تو وہ رقم اس میں سے منہا سمجھی جائیگی۔ العبد۔ عبدالمجید کلرک میسرز جیمز کری اینڈ کو اولڈ صدر سٹیشن دہلی۔ گواہ شد۔ شیخ محمد یعقوب ٹیچر ایم۔ بی۔ سکول کوچہ چیلاں دہلی۔ گواہ شد۔ محمد ارجمند انچارج اڈمین برانچ سول ایسوسی ایشن آفس گورنمنٹ آف انڈیا۔

نمبر ۵۲۳۳۔ منکہ بشیر احمد ولد نبی بخش صاحب مرحوم قوم چغتائی پیشہ ملازمت عمر قریباً ۲۸ سال تاریخ بیعت ستمبر ۳۵ء ساکن گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۹/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ مَیں ٹاٹا آئرن اینڈ سٹیل کمپنی جمشید پور میں ساڑھے پانچ روپے یومیہ پر ملازم ہوں۔ اور اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو میں انشاء اللہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ العبد۔ بشیر احمد چغتائی گواہ شد۔ محمد شجاعت علی عفی عنہ۔ گواہ شد۔ قریشی محمد حنیف قمرؔ۔

نمبر ۵۲۱۱۔ منکہ علاؤالدین خاں ولد حبیب خاں قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن سہارنپور صوبہ یو۔ پی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۹/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں ہے۔ مجھے سرکار سے ۱۰ روپے ماہوار پنشن ملتی ہے۔ اس کے دسویں حصّہ کی وصیّت کرتا ہوں۔ یعنی مبلغ ایک روپیہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اگر میری وفات پر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کی نسبت بھی میری وصیّت ہے کہ اس کے دسویں حصّہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ کاتب الحروف حاجی غلام احمد خاں از کریام۔

العبد۔ علاؤالدین خاں نشان انگوٹھا و دستخط بحروف اردو۔ گواہ شد۔ چوہدری غلام حسین چک ۹۸ شمالی سرگودھا۔ گواہ شد۔ شیخ عبدالحمید بقلم خود موصی ۴۹۳۵ ضلع ڈیرہ دون۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۲۵۸ :۔ منکہ غلام نبی ولد ملک محمد بخش قوم آوان پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال تاریخ بیعت قریباً ۱۹۱۳ء ساکن چک ۹۸ شمالی ڈاکخانہ سرگودھا ضلع شاہ پور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۱/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ بلکہ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ پچیس روپے ماہوار ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کی بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

العبد:۔ غلام نبی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ امیر احمد قریشی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ مستری محمد الدین بقلم خود سیکرٹری مال بھلوال منڈی ؛

نمبر ۵۲۴۰ :۔ منکہ محمد اسمٰعیل ولد کرم دین صاحب مرحوم پیشہ طبابت دکپڑا بافی عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن حمدانہ ڈاکخانہ مونہ ڈیپو ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳/۹/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔

نوٹ :۔ چونکہ میرے پاس اس وقت کسی قسم کی بھی جائیداد موجود نہیں یعنے نہ منقولہ نہ غیر منقولہ صرف میرا گذارہ اپنے پیشہ پر ہے۔ جو اوپر درج ہو چکا ہے۔ اور اس کی آمدنی فی الحال مبلغ پانچ روپے ماہوار ہے۔ اور مَیں اپنی آمدنی کے ۱/۸ حصّہ کی وصیّت کرتا ہوں۔ اور نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں، کہ اگر خدا تعالےٰ میری آمدنی میں اضافہ کرے گا زیادہ چندہ ادا کیا کروں گا۔ فی الحال صرف آٹھ آنے ماہوار دیا کرونگا۔

العبد:۔ محمد اسمٰعیل۔ گواہ شد:۔ محمد الدین مبلغ علاقہ۔ گواہ شد:۔ رحیم بخش درزی۔ ادرحمہ ؛

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان کی لکھائی اور چھپائی کا نمونہ دیکھنا چاہیں۔ تو اس رسالہ کو بغور ملاحظہ فرما کر اطمینان کر لیں ؛
مینجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ

سرمہ نور رجسٹرڈ

دُنیا میں اسی سُرمہ نور سُرموں کے سرتاج کی دھوم مچ رہی ہے

ڈاکٹر، اطباء، رؤساء، امراء، کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسم اشتہار بنا رہا ہے۔ جُملہ امراضِ چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے۔

قیمت فی تولہ دو روپیہ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان پنجاب

امرت بوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے کمزور سے کمزور انسان مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ امرت بوٹی تمام بے احتیاطیوں کیلئے زبردست اکسیر ہے، امرت بوٹی بوڑھوں اور کمزوروں کو طاقت بخشتی ہے۔ امرت بوٹی مردانہ کمزوریوں اور کثرت پیشاب، کمزوری مثانہ۔ ذیابیطس وغیرہ کا نام ونشان مٹا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے معدہ، دل، جگر، دماغ قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو دُبلے۔ پتلے۔ کمزور رہتے ہوں۔ ان کے لئے ایک بہترین اکسیر ہے۔ قیمت ۵۰ گولی کی شیشی عہ ـ ۱۰۰ گولی معہ برقی مالش ۱۲ :

پائیرس ٹوتھ پاؤڈر اینڈ پائیرس لوشن۔ پائیریا۔ ماسخورہ و دیگر جملہ امراض دندان کیلئے یہ دونوں اکسیریں بہت مفید اور سالہا سال کی مجرب ہیں۔ قیمت ہر دو اکسیرات صرف عہ :

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر احمدیہ یونانی فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب ہم ان علامات کی روشنی میں قرآن کریم کو دیکھتے ہیں، تو ہر علامت اس میں ایسے حیرت انگیز طور پر پائی جاتی ہے، کہ بلید سے بلید آدمی بھی اس امر کو تسلیم کرنے سے رُک نہیں سکتا، کہ یہ کلام اپنے اندر بے نظیر خوبیاں رکھتا ہے، اور ما فوق العادت طاقتیں اس میں پائی جاتی ہیں ــــ اس حد تک کہ نہ کوئی انسانی کلام، اور نہ سابقہ آسمانی کتب اس سے ان امور میں برابری کر سکتی ہیں ــــ ایک مختصر تقریر میں ان امور کی تفصیلات بیان کرنے کا تو موقعہ نہیں ہے، لیکن اختصاراً میں ان امور کو قرآن کریم پر چسپاں کر کے بتاتا ہوں، کہ یہ سب علامات قرآن کریم میں ایسے اعلےٰ اور اکمل طور پر پائی جاتی ہیں، کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پہلی علامت زندہ اور تازہ کلام الٰہی کی طیبہ کے لفظ سے بیان کی گئی ہے۔ اور اس میں حسب ذیل خوبیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:۔

۱۔ طیّبہ کا لفظ جس چیز کے لئے بولا جاتا ہے، اس کے لئے یہ شرط ہے، کہ اس میں ظاہری اور باطنی کوئی نقص نہ ہو۔ اب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں، تو اس کے اندر ہمیں یہ بات غیر معمولی طور پر نظر آتی ہے، کہ باوجود اس کے کہ اس میں ایسے مضامین بیان کئے گئے ہیں، جو نہایت ہی نازک ہیں، لیکن پھر بھی اسکی زبان نہایت اعلیٰ اور تہذیب کے انتہائی نقطہ پر قائم رہتی ہے۔ میاں بیوی کے تعلّقات، حیض و نفاس کا ذکر، عورت و مرد کی جذباتی زندگی، یہ سب کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے، لیکن ایسے عمدہ طریق سے کہ نازک سے نازک طبیعت اس سے صدمہ محسوس نہیں کرتی۔ اس کی زبان ایسی صاف ہے، کہ نہ ثقیل الفاظ ہیں، نہ پیچیدہ بندشیں اور نہ شاعرانہ تخیّلات۔ بلکہ ہر ایک مضمون کو خواہ وہ کس قدر مشکل ہو، ایسی عمدگی سے اور ایسے سادہ لفظوں میں ادا کرتا ہے کہ نہ کانوں پر اس کی عبارت کا بوجھ پڑتا ہے، اور نہ دماغ اس سے پریشان ہوتا ہے۔ تعلیم ایسی سادہ اور لطیف ہے کہ اس پر عمل کر کے کسی نقصان کا خطرہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسرے معنے طیّبہ کے یہ ہیں، کہ اس کا موصوف خوبصورت ہو۔ ان معنوں کی رو سے بھی قرآن کریم سب کتب سے ممتاز نظر آتا ہے، اس کا ظاہری حُسن ایسا نمایاں ہے، کہ کوئی کتاب اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ الفاظ کی خوبی، بندش کی چُستی، محاورہ کا برمحل استعمال، عبارت کا تسلسل، مضمون کی رفعت،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسداد گداگری

میاں سلطان احمد وجودی
کی لکھی ہوئی

:(چند قابلِ قدر رائیں):

مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رئیس قادیان — "اس میں عقلی اور نقلی طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ بنانا یا بلا کسی جائز ضرورت کے سوال کرنا اسلامی تعلیم کی رُو سے جائز نہیں۔ میاں سلطان احمد صاحب وجودی کی یہ کوشش ہر ہمدردِ قوم مسلمان کے نزدیک قابلِ شکر یہ ہونی چاہیئے۔ ایسا لٹریچر قوم میں خودداری کی رُوح پیدا کرنے اور ان کی تمدّنی اور اقتصادی اور اخلاقی حالت کے بہتر بنانے میں بہت مفید ہو سکتا ہے اور موجودہ بین الاقوام سیاسی مقابلہ میں بھی ایسی تحریک بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے لئے مفید اثر پیدا کر سکتی ہے، مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اس قسم کے لٹریچر کی قدر کر کے ان حضرات کی حوصلہ افزائی کریں۔ جنہوں نے اسکے تصنیف کرنے اور شائع کرنے میں حصّہ لیا۔ رسالہ انسداد گداگری اپنی ظاہری شکل وصورت میں قابلِ تعریف ہے"۔

شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم سیّاح یورپ وبلاد اسلامیہ — "میاں سلطان احمد صاحب وجودی نے انسداد گداگری لکھکر ملک اور قوم پر بیحد احسان کیا ہے۔ مَیں عرصہ سے وجودی صاحب کو جانتا ہوں انکے پہلو میں ایک دردمند دل ہے۔ اور وہ ملک و ملّت کی فلاح کیلئے بحیثیت اخبار نویس و مصنف بہت بڑی قربانیاں کر چکے ہیں ملک میں جس قسم کے لٹریچر کی مانگ ہے۔ وہ اسی ملک اور قوم کی دماغی اور ذہنی توہین سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ اس قسم کی تالیف وتصنیف میں مصروف رہتے ہیں۔ جو اخلاقی حیثیت سے ملک اور قوم کے درجہ کو بلند کر سکیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسلامی مدارس بیں یعنی اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں داخل ہو۔ اور دولتمند مسلمان اس کی ہزاروں جلدیں خرید کر تقسیم کریں۔ ہر مسجد میں جمعہ کے دن اس کا وعظ ہو۔ یہ کتاب بہت ہی مفید ہے نہایت ضروری اور دلچسپ ہے اسلئے مَیں تمام اسلامی انجمنوں اور مدارس اور ملک کے دولتمند مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں سعی بلیغ کریں"۔

ڈاکٹر مفتی محمد صادق ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن)، ناظر امور خارجہ جماعت احمدیہ قادیان — "ہمارے مہربان دوست میاں سلطان احمد صاحب وجودی نے اس مضمون (انسداد گداگری) پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جسمیں اسلامی نکتہ خیال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور عام تہذیب کے لحاظ سے گداگری کے عیوب، ملک میں گداگروں کی حالت اور انکے انسداد کی تجاویز پر ایک سیر کن بحث کی ہے۔ میں کونسل اور اسمبلی کے ممبر اصحاب کی خدمت میں سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو بغور ملاحظہ فرمادیں۔ اور اس کی بنیاد پر مجلس میں ایک قانون پیش کریں۔ ملک اور قوم کی ایک بڑی خدمت ہوگی۔ وجودی صاحب کی اس بے نفس خدمت ملکی کیواسطے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔"

خان ذوالفقار علی خاں
ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ قادیان

"میری رائے میں یہ نہایت مفید کتاب ہے۔ اور تمام مسلمان گھروں میں یہ رہے تو بہت مفید ہے۔ بلکہ ہر مسجد میں ایک نسخہ رہے، اور بعد نماز صبح لوگوں کو تھوڑا تھوڑا سنایا جائے۔ تو دو تین سال میں صدقات و خیرات کی صحیح تقسیم ہونے لگے ــــ آپ کا رسالہ اس موضوع پر ان تفاصیل کے ساتھ غالباً پہلا رسالہ اپنی نوعیت کا ہے۔ اور میں آپ کی اس سعیٔ جمیلہ کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اور آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

چوہدری فتح محمد سیال ایم۔اے
ناظر دعوۃ و تبلیغ و سیکرٹری ترقی اسلام قادیان

"میں نے انسداد گداگری مصنفہ میاں سلطان احمد صاحب وجودی پڑھی ہے میری رائے میں ہندوستان میں اسلامی معاشرت اور تمدن کا ایک اہم جزو کی اصلاح کے لئے صحیح طریقہ پر قدم اٹھایا گیا ہے۔ اور اس میں جو تفصیلی طور پر عملی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ نہایت سود مند ثابت ہوسکتی ہیں اور ہندو تمدن کے ماتحت مسلمانوں میں جو گداگری کی عادت پیدا ہوگئی ہے۔ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو نجات دیجا سکتی ہے ہم مسلمانوں کو میاں سلطان احمد صاحب وجودی کا تہ دل سے مشکور ہونا چاہیئے۔ اور اپنے عزیز و اقرباء اور دوستوں میں انکے خیالات اور آراء کی وسیع طور پر اشاعت کرنی چاہیئے:"

اخبار الفضل۔ فاروق، مصباح اور ریویو آف ریلیجنز نے بھی اس کتاب کو بہت پسند فرمایا ہے، اس مضمون پر ایسی جامع اور مفید کتاب اور کوئی نہ ملیگی! اس کتاب کا ہندوستان کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ مجلد ۱؍ مطلا عہ کتاب کی قیمت اور مہر خرچ ڈاک بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر آنا چاہیئے۔ وی۔پی نہیں بھیجا جاویگا:

مینیجر نظامیہ بکڈپو بٹالہ (پنجاب) سے طلب فرمائیے!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عظیم الشان بشارت

احباب کرام کو بشارت ہو کہ مترجم تحت اللفظ قرآن مجید معہ تفسیری نوٹ خدا کے فضل و کرم سے مکمل چھپکر تیار ہو چکا ہے۔ جسکی خوبیاں تلاوت کرنیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔ ایک صفحہ کا نمونہ پیش ہے مختلف قسم کے کاغذ پر ہم نے چھپوایا ہے اکثر دوستوں نے پسند فرمایا ہے۔ بغرض اشاعت ہدیہ بہت ہی کم رکھا گیا ہے۔

درجہ اول مجلد سنہری مراکو جلد ۱۲ روپے درجہ دوم ۱۰ حنائی کاغذ مجلد ۸ سفید کاغذ درجہ دوم بٹن دار جلد ۷ سفید کاغذ مجلد عام جلد ۶
نوٹ:- جن احباب کرام نے پیشگی ہدیہ دیا تھا انہیں قرآن مجید مترجم بھیجدیا گیا ہے اگر بعض احباب کو نہ پہنچا ہو تو رسید کا حوالہ دیکر منگوالیں۔ نیز حمائل شریف مترجم مجلد ترجمہ بامحاورہ سنہری جلد ۴ :- محمد اسمٰعیل محمد عبد اللہ تاجران کتب و جلد سازان دار الکتب احمدیہ قادیان

المآئدة ٥　　١٦٥

جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○ اِذْ
قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ
اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ
قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فیض عام شربت فولاد

یہ خوشگوار اور شہرہ آفاق شربت امراض خصوصی مستورات کے حق میں واقعی آب حیات ہے ایام ماہواری کی افراط و تفریط۔ درد بچینی وغیرہ دیگر نقائص سیلان وسوزش رحم اختناق الرحم ہسٹیریا کے دورے اور عوارض چھائیاں۔ زردی آماس یا لاغری جسم وغیرہ تمام نسوانی امراض کو دور کرکے جسم کو سڈول اور طبیعت خوش باش کر دیتا ہے۔ نیز ایزادی خون صالح کے ساتھ وزن کو بڑھانا بالوں کو مضبوط اور دراز کرنا بھی اسکے معمولی اوصاف ہیں۔ یہ ہر عمر اور موسم میں مفید ہے اور اسکے استعمال میں کسی پرہیز کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہوتی قیمت فی شیشی ۳۲ خوراک ایک روپیہ

فرزندِ نرینہ کے لئے ہم نے ایک کیمیائی نسخہ حاصل کیا ہے جو حضرت حاجی حکیم الامت طبیب شاہی مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خاص معزز و محترم دوست عالیجناب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کو تحریر کیا تھا جو جب بھی استعمال کیا گیا بے خطا ثابت ہوا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم صاحب کو اس نسخہ پر پورا یقین تھا کیونکہ حضور نے اس نسخہ کے استعمال کیلئے جید تاکید کی ہے چنانچہ حضور کی دستخطی تحریر کا ضروری حصہ بغرض فائدہ عام شائع کیا جاتا ہے

[illegible]

اس جگہ نسخہ لکھا ہوا ہے!

[illegible]

میں تصدیق کرتا ہوں کہ نسخہ نورِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے خود میرے گھر میں دیا تھا میرا تجربہ شدہ ہے اور بعض اور لوگوں کو بھی دیا مجرب ثابت ہوا۔ خان محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ

یہ مجرب نسخہ اعلیٰ درجہ کا مقوی خون و مقوی دل و دماغ اور مرض اٹھرا (گل جانا یا بچوں کا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا) کیلئے بھی اکسیر ثابت ہو چکا ہے۔ اسلئے ہم نے ان لوگوں کیلئے جو اولاد نرینہ کو ترستے یا مرض اٹھرا وغیرہ میں مبتلا ہیں اس نسخہ کے بیش قیمت خاص اجزاء کو بڑی کوشش سے مہیا کیا ہے۔ اسکی قیمت صرف دس روپیہ رکھی جاتی ہے تاکہ خاص و عام فائدہ حاصل کر سکیں

(محصول ڈاک علاوہ ہوگا)

فیض عام منجن آبدار

اس سے کم خرچ اور بالانشین مفید لذیذ اور نفیس ٹوتھ پوڈر کوئی اور نہیں ہوگا۔ یہ دانتوں کی میل۔ کیڑے۔ درد۔ ہلنا مسوڑھوں اور زبان میں زخم۔ چھالے۔ سوزش۔ گلے پڑنا۔ آواز بیٹھنا وغیرہ امراض دہن کیواسطے اکسیر اعظم ہے خلال کو لگا کر خلال کرنے اور سوتے ہوئے ہوا بھر مسی بطور مسی لگانے سے بھی منہ میں بدبو پیدا نہیں ہوتی اور منہ مزیدار ہو جاتا ہے یہ سفوف دیگر بیشمار امراض میں بھی بیحد مفید ہے امراض اندرونی بدہضمی۔ درد ہر قسم بچا کھانسی وغیرہ میں ایک چٹکی بھر پانی سے نگل لینا اور امراض بیرونی زخم کے ہر قسم کے ایکہ بچھو۔ زنبور۔ زہریلے کیڑوں کے ڈسنے پر بھی پانی تیل مکھن میں ملا کر یا ویسے ہی لگا دینا از بس فائدہ مند ہے قیمت فی تولہ ۲ قیمت دو تولہ خوشنما بیحد شیشی ۳؍

ملنے کا پتہ

سردار احسان علی فیض عام میڈیکل ہال قادیان (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قابلِ فروخت بلڈنگ

محلہ دارالفضل قادیان۔ مسجد کے قریب اللہ بخش سٹیم پریس والی بلڈنگ مالکانِ پریس کی اپنی ملکیت ہے وہ اس کو بعض ضروریات مطبع کی غرض سے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کنال زمین میں یہ مضبوط عمارت دو منزلہ پختہ بنی ہوئی ہے۔ رہائشی مکان اُوپر نیچے علیحدہ بنا ہوا ہے۔ اور جس جگہ پریس وغیرہ ہے، وُہ حصہ علیحدہ ہے۔ رہائشی حصہ مکان کے اُوپر نیچے پانچ کمرے ہیں۔ کشادہ صحن کے علاوہ غسلخانہ باورچی خانہ، سٹور کے دو کمرے اور دو طرفہ دروانے شاندار ڈیوڑھیوں کے ساتھ ہیں جہاں پر مشین لگی ہوئی ہے وہ کمرہ ۲۵ فٹ چوڑا ہے ۶۰ فٹ لمبا بنا ہُوا ہے۔ اس نئی بلڈنگ پر اگرچہ مالکان مکان کا سات ہزار روپیہ خرچ ہُوا ہے مگر وہ ضرورت کی خاطر آخری قیمت پانچہزار روپیہ پر بیع کر دینگے۔ ضرور تمند کے لئے نادر موقعہ ہے۔ فائدہ والا سودا ہے۔ اور آئندہ پریس اسی جگہ پر برضامندی مقررہ کرایہ پر رکھنے کا ارادہ ہے۔ خط و کتابت۔ **مینجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان**

سن رائز	الفضل	بدر	الحکم	ریویو اردو	ریویو انگریزی	تشحیذ الاذہان	مصباح	فاروق	نور

سلسلہ کے اخبارات اور رسائل مُفت مکمل کراؤ!

۱۔ جن جماعتوں اور دوستوں کے ہاں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا لٹریچر از قسم اخبارات و رسائل غیر مکمل غیر محفوظ اور پراگندہ حالت میں پڑا خراب ہو کر ضائع ہو رہا ہو۔ اور انکے کسی کام نہ آسکتا ہو۔ براہ نوازش قومی فائدے اور حصول ثواب کی خاطر جلسہ سالانہ پر تھوڑا تھوڑا کر کے ضرور اپنے ساتھ لیتے آویں۔ (۲) اور جن دوستوں کو ان کے فائل مکمل رکھنے کا شوق ہو اور بوجہ کمی پرچہ جات یا عدیم الفرصتی کے خود ترتیب دیکر مکمل نہ کر سکتے ہوں وہ بھی اپنے فائل جلسہ سالانہ پر ہمراہ لیتے آویں۔ اور اپنی ہر سال ہیں ۱/۲ تک کمی مفت پوری کروا کر اپنی فائلیں مکمل کروالیں۔ اس طرح باہمی تعاون سے یہ بہت بڑا روحانی خزانہ بالکل مکمل اور محفوظ ہو جائیگا۔ جو ہمارے اور آئندہ نسلوں کیلئے موجب صد خیر و برکت ہوگا۔ پرچوں کی کوئی قیمت نہیں البتہ سارٹنگ فیس فی سال ۱/۴ علاوہ جلد بندی کے ہوگی۔

جو دوست سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پرانی کتب اخبارات و رسائل کے مکمل فائل اور دیگر ہر قسم کی مذہبی تاریخی علمی کتابوں کو جو انکے پاس فالتو زائد ہوں یا کسی اور غرض کے ماتحت بیچنا چاہیں یا خریدنا چاہیں وہ دوست بھی اپنی کتابیں جلسہ سالانہ پر اپنے ساتھ لاویں اور ہماری معرفت نصف قیمت پر بیچیں۔ اور خریدیں۔ ہم صرف ایک آنہ فی روپیہ کمیشن جانبین سے لینگے۔ البتہ زر قیمت کتب کی فروخت پر ارسال ہوگا پہلے باقاعدہ رسید دی جائے گی۔

نوٹ :۔ دیگر ہر قسم کی نئی کتب کی ایجنسی بھی مناسب کمیشن پر قبول کی جائے گی ؛

المشتھر

عبدالعظیم عبدالرشید جلد سازان و کتب فروشان نزد مسجد اقصٰے قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری اعلان

صیغہ دعوۃ و تبلیغ کی زیر ہدایت ملک فضل حسین صاحب نے ایک رسالہ **تأثراتِ قادیان** اپنی بیماری کے ایام میں تالیف کیا ہے اس دلآویز اور تبلیغ کے لئے مفید اور موثر رسالہ میں قابل مؤلف نے وہ تمام تاثرات و مشاہدات جمع کر دیئے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً مختلف خیال، عقائد اور فرقہ کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام نیز قادیان اور جماعت احمدیہ کے متعلق قلمبند کئے تھے۔ اس کے پڑھنے سے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندانی حالات، قادیان کی مختصر تاریخ، حضور کا دلرُبا بچپن، پاکیزہ جوانی، للّٰہیت اور اسلام کی محبت میں سرشار زندگی کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ وہاں آپ کے خلفاء کا زُہد۔ اتقاء، حُبِّ اسلام اور تبلیغ کے واسطے جذبۂ صادقہ، اور جماعت احمدیہ کی تدریجی مگر حیرت انگیز ترقی کا بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ اور ان تاثرات میں اکثر ایسے احباب ہیں جو مذہبًا غیر احمدی، ہندو، سکھ، عیسائی تھے، اور ان میں سے بعض متعصب اور سلسلہ کے مخالف تھے۔ مجھے توقع ہے کہ احباب جماعت اس لطیف اور پُر تاثیر رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت میں حصہ لیں گے۔ اور غیر احمدیوں میں کثرت سے شایع کرینگے۔ تاکہ انہیں حقیقت کا علم ہو۔ اور وُہ جان لیں۔ کہ جن غیر احمدی اہل الرائے اصحاب نے احمدیت کا مطالعہ کیا ہے انکی رائے میں احمدیت کا اصلی رنگ کیا ہے۔ اور حقیقت میں احمدیت ہی مسلمانوں کے تمام دکھوں کا علاج ہے۔ حجم ۲۵۰ صفحات قیمت صرف ۶/

تبلیغ ھدایت۔ اسی کے ساتھ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی مقبولِ عام تصنیف "تبلیغ ہدایت" بھی تیسری بار چھپ رہی ہے جسکے متعلق اخبار "الفضل" کا ریویو پڑھ لینا کافی ہوگا۔ تصنیف ہذا کی اشاعت بھی تبلیغ کیلئے نہایت مفید اور بابرکت ہوگی حجم سوا تین سو صفحہ ہے پہلے اسکی قیمت عہ/ تھی مگر اب عام اشاعت کی خاطر صرف ۶/ مقرر کی گئی ہے اور ایک روپیہ کے خریدار کو تین نسخے ملجائیں گے۔ امید ہے کہ دوست اس کی اشاعت میں بھی خاطر خواہ حصّہ لینگے۔

(خاکسار عبد المغنی خاں ناظر دعوۃ و تبلیغ)

ملنے کا پتہ

کتب خانہ احمدیہ قادیان

نئی جوانی

تندرستی۔ جوانی۔ عزت اور دولت

کا سیدھا راستہ دکھاتی ہے

لاکھوں اس کتاب کو پڑھکر فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔ آپ بھی ایک کارڈ لکھکر مفت منگائیے

ملنے کا پتہ

اے شیر اینڈ کمپنی ریلوے روڈ

جالندھر شہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنرل سروس کمپنی قادیان

عمارت کی تعمیر و مرمت۔ جائیداد کی خرید و فروخت جائیداد کی خرید و فروخت کی ایجنسی۔ قادیان میں جائیداد کا انتظام اور اس کی آمد کی وصولی۔ بجلی کی ہر قسم کی فٹنگ اور بجلی کے ہر قسم کے سامان کی خرید و فروخت کا کام کرتی ہے۔ تعمیر عمارت کا کام اوورسیر کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ احباب کمپنی کی خدمات سے فائدہ اٹھاویں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کام ہر طرح سے تسلی بخش ہوگا۔

مینجر

لوہے، لکڑی، پیتل اور ربڑ کی

مُہریں

بیمہ کی مُہریں، نام کی پلیٹیں، بورڈ، ایمبا سرز، ڈائی، میموریل براسرز اور ہر قسم کے اعلیٰ ڈیزائنز وغیرہ بذریعہ مشین بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ یا خط و کتابت کریں۔

المشتہر

مینجر اے۔ ایم قریشی اینڈ برادرز۔ جان محمد روڈ انارکلی۔ لاہور

شیکسپیر ہند آغا حشر کاشمیری مرحوم کی واحد یادگار

ماہوار رسالہ

حشر

جالندھر شہر

۴۸ صفحات حجم

ہر ماہ! تازہ ترین واقعات۔ آغا حشر کاشمیری کے غیر مطبوعہ ڈرامے۔ دلچسپ افسانے دلکش نظمیں۔ بے لاگ تنقیدیں۔ اصلاح سخن کے نادر نمونے

ہندوستان کا پہلا ماہانہ جس کے متعلق ۵۰ مشہور و معروف رسائل و جرائد نے تعریفی نوٹ لکھے ہیں۔

سالانہ چندہ دس آنے -/۱۰/-

یہ زبردست پیش کش صرف ایک ماہ کے لئے ہے۔ دراصل باذوق حضرات تک آغا حشر مرحوم کا پیغام پہنچانے اور ترقی زبانِ اُردو کے لئے یہ رسالہ تقریباً بالکل مفت دیا جارہا ہے۔ صرف ضروری اخراجات کے لئے محض دس آنے بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹ روانہ فرمائیں۔ یہ شاندار پیش بہا علمی و ادبی تحفہ برابر ایک سال تک حاضر خدمت ہوتا رہیگا۔ برما کے لئے چندہ ایک روپیہ۔ ممالک غیر کے لئے ڈیڑھ روپیہ۔ نمونہ کے لئے ارکا ٹکٹ آنا لازمی ہے۔

نوٹ:۔ ایک ماہ گزرنے پر چندہ دو روپیہ سالانہ لیا جائے گا۔

(خط لکھتے وقت رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا حوالہ ضرور دیں)

مینجر رسالہ حشر جالندھر شہر (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کو

جملہ طبّی ضروریات کیلئے ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ

دھلی سے

کیوں ادویہ خرید کرنی چاہئیں؟

اسلئے کہ

اوّل یہ دواخانہ تحریک جدید کے قومی سرمایہ سے قائم شدہ ہے۔ اور اس کی آمد اشاعت اسلام کیلئے وقف ہے۔ اس کے سرپرست طبیب نہایت تعلیم یافتہ خاندانی اور تجربہ کار ہیں۔

دوم۔ آپ بذریعہ خط وکتابت اپنے مرض کا علاج بسہولت کروا سکتے ہیں۔

سوم۔ یہ دواخانہ ایک لاکھ روپیہ کے منظور شدہ سرمایہ سے قائم کیا گیا ہے۔ اور اس لئے آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ ادویہ مناسب داموں پر فراہم کر سکتا ہے۔

چہارم۔ اس کا مرکزی رجسٹرڈ دفتر قادیان دارالامان میں ہے۔ اور اس کا نظم ونسق اور اس کی مجموعی پالیسی مرکز کی پالیسی کے ماتحت ہے۔

پنجم۔ اس دوکان میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے خاص الخاص نسخہ جات تیار رہتے ہیں۔

ششم۔ اس دواخانہ کے مرکبات بلحاظ نفاست اور صحت اجزاء کے بہت شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اور اسی وجہ سے طبیب وڈاکٹر صاحبان اپنے مریضوں کے علاج کیلئے یہیں سے ادویہ منگواتے ہیں۔

ایک کارڈ لکھکر مکمل فہرست مفت طلب فرمائیے ÷

مینجر ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ زینت محل لال کنواں دھلی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلسہ سالانہ پر آنیوالوں کیلئے

دس بیش بہا تحفے

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتابوں کا نایاب ذخیرہ رعایتی قیمت پر جو ایک ضرورتمند دوست نے برائے فروخت بھیجا ہے۔ یہ کتابیں پہلے ایڈیشن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی چھپی ہوئی اور اکثر مجلد ہیں۔ دوکان پر تشریف لاکر خرید فرمائیں۔

۲۔ قاعدہ ترجمۃ قرآن مجید۔ جسمیں قرآن کریم کے ترجمہ کا طریقہ سکھلانے کیلئے ایکسوپندرہ ۱۱۵ سبق درج ہیں قیمت بارہ آنہ۔

۳۔ لغات القرآن اُردو۔ جس میں قرآن کریم کے دس ہزار سے زائد الفاظ کے معنے درج ہیں قیمت صرف بارہ آنہ۔

۴۔ نماز کا ترجمہ آٹھ سبقوں میں۔ حجم سولہ صفحے قیمت صرف ایک پیسہ۔ ایک سَو کے لئے ایک روپیہ۔

۵۔ چمکارا احمدی۔ پنجابی نظم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل دلچسپ سوانحعمری۔ قیمت چار آنہ۔

۶۔ اشاعت اسلام۔ مؤلفہ حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے سلمہ ربہ۔ حجم ۳۵۸ صفحے قیمت صرف آٹھ آنہ۔

۷۔ طبِ رُوحانی۔ علم مسمریزم (توجہ) کے ذریعہ بیماریوں کا علاج سکھلانیوالی نایاب کتاب قیمت اصل عہ رعایتی آٹھ آنہ۔

۸۔ ذکرِ الٰہی۔ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمودہ جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ء جیبی سائز قیمت ایک آنہ۔

۹۔ نبراس المؤمنین۔ ایک سو حدیثیں معہ ترجمہ۔ مؤلفہ مولٰینا ابو العطاء جالندھری۔ قیمت صرف چھ پیسے۔

۱۰۔ قرآن کریم مترجم تحت اللفظ ہدیہ دو روپے۔

حمائل شریف مترجم حضرت مولٰینا سید محمد سرور شاہ صاحب۔ ہدیہ سوا روپیہ۔

جو دوست جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بغیر پیسہ خرچ کئے روپیہ کمانا چاہتے ہوں۔ وہ خاکسار سے ملیں۔

سلسلہ کی نئی و پرانی کتابیں خریدنے کا پتہ } حکیم محمد عبد اللطیف منشی فاضل مینیجر ایشیائی کتبخانہ متصل مہمانخانہ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کیلئے شائع کیا)